عقیدہ ظہور مہدی

از

مفتی نظام الدین شامزئی

بذات خود اہلسنت میں ابن خلدون ایسے انتہا پسند آ موجود ہوئے ہیں جو کھل کر اپنی تمام تر احادیث کا انکار کر رہے ہیں جو کہ امام مہدی علیہ السلام کے متعلق ہیں۔

یہ فتنہ اتنا بڑھا کہ مجبور ہو کر بذات خود دیوبند کے عالم دین مفتی شامزئی کو انکے رد میں یہ کتاب لکھنی پڑی۔ انتہائی تحقیقی کتاب ہے اور امام مہدی کے متعلق تمام تر روایات کو یکجا کیا گیا ہے جو اہلسنت کتب میں موجود ہیں۔ نہ صرف یہ کہ انہیں یکجا کیا گیا ہے، بلکہ انتہا پسندوں کے ایک ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اور انکے غلط ہتھکنڈوں کا پردہ فاش کیا گیا ہے کہ یہ کیسے کیسے غلط بہانوں سے امام مہدی کے متعلق روایات کو جھٹلانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی منی ...

عقیدہ ظہور مہدی

احادیث کی روشنی میں

تالیف

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی مدظلہ

خلیفہ مجاز

فقیہ الامت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ

ادارہ دعوتِ اسلام جامعہ یوسفیہ بنوریہ شرف آباد سوسائٹی کراچی ۴۸۰۰

عقیدہ ظہور مہدی

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی

قولوا قولاً سدیداً

مرتبہ

حضرت مولانا قمر الزمان صاحب مدظلہ

خلیفہ و مجاز صحبت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمہ اللہ

و خلیفہ و مجاز بیعت حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رح

اس کتاب میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم سے لیکر تیرہویں صدی ہجری کے آخر تک کے اکابر و اسلاف، علما و مشائخ کے مختصر احوال و اقوال کتب معتبرہ سے نہایت سلیقہ کے ساتھ منتخب کر کے اردو زبان میں پیش کئے گئے ہیں۔

اقوال سلف

حصہ اول

از افادات حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ دعوت اسلام جامعہ یوسفیہ بنوریہ شرف آباد سوسائٹی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب ———— عقیدۂ ظہور مہدی احادیث کی روشنی میں

مؤلف ———— مولانا نظام الدین شامزئی

صفحات ———— ۱۹۲

سال اشاعت ———— ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء

تعداد ———— ۱۰۰۰

ناشر ———— ادارہ دعوت اسلام کراچی

ملنے کے پتے

(۱) ادارہ دعوت اسلام، جامعہ یوسفیہ بنوریہ۔ شرف آباد
کراچی ۷۴۸۰۰

(۲) مکتبہ بنوریہ۔ علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی نمبر ۷۴۸۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارشات

۱ آئندہ اوراق میں جو مضمون آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، اس کا تعلق عقیدۂ ظہورِ مہدی کے ساتھ ہے۔ اس مضمون میں، میں نے یہ کوشش کی ہے کہ صحیح احادیث، محدثین اور متکلمین کے اقوال کی روشنی میں اُمت کا چودہ سو سال پرانا عقیدہ، جس کا تعلق امام مہدی کے ظہور کے ساتھ ہے پیش کروں۔ اور اس مسئلے کے متعلق حتی الامکان جتنا بھی منتشر مواد ہے، اس کو جمع کر دوں۔ اپنی اس کوشش میں، میں کہاں تک کامیاب رہا، اس کا فیصلہ تو پڑھنے والے کریں گے۔ میں نے اپنے طور پر پوری کوشش کی ہے کہ اس مسئلے کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہ رہے۔

۲ اس مضمون کا شانِ ورود کچھ یوں ہے کہ جنوری ۱۹۸۱ء کے "اردو ڈائجسٹ" میں اختر کاشمیری صاحب کا ایک مضمون آیا تھا جس کے متعلق اس وقت جامعہ فاروقیہ کے دار الافتاء میں متعدد سوالات آئے جن کے مختصر جوابات دیئے گئے۔ لیکن اپنے طور پر اس مسئلے کی تحقیق صحیح احادیث کی روشنی میں شروع کی کہ اس مسئلے کی پوری حقیقت واضح ہو جائے۔ چنانچہ متعدد احادیث

جن کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے، مل گئیں جن کو میں نے ایک مضمون کی شکل میں جمع کرنا شروع کیا۔ کچھ کام کرنے کے بعد مضمون کی ایک قسط تعمیرِ حجاز ڈائجسٹ ہی میں اشاعت کے لئے بھیجی گئی لیکن شائع نہ ہو سکی۔ اس کے بعد کچھ مہربان دوستوں کی طرف سے ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے مضمون کی تکمیل کا ارادہ بھی ملتوی کر دیا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس کی تکمیل کی توفیق بخشی والحمد للہ علیٰ ذالک۔

۳ زیرِ نظر مضمون میں زبان و بیان کی بہت سی غلطیاں آپ کی نظر سے گذریں گی، لیکن امید ہے کہ آپ اس قسم کی غلطیوں سے درگذر اور صرفِ نظر کریں گے۔ کیوں کہ میری مادری زبان اردو نہیں۔

الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

والسلام

نظام الدین شامزئی
دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الامام المہدیؑ[1]

حضرت امام مہدی سے متعلق احادیث مطالعہ فرمانے سے قبل ان کا مختصر تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے:

شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:-

حضرت امام مہدی کا نام اور نسب اور ان کا حلیہ شریف

حضرت امام مہدی سید اور اولادِ فاطمہ زہرا میں سے ہیں اور آپ کا قد و قامت قدرے دراز، بدن چست، رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے مشابہ ہوگا۔ نیز آپ کے اخلاق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری مشابہت رکھتے ہوں گے۔ آپ کا اسم شریف محمد والد کا نام عبد اللہ، والدہ صاحبہ کا نام آمنہ ہوگا، زبان میں قدرے لکنت ہوگی، جس کی وجہ سے تنگدل ہو کر کبھی کبھی ران پر ہاتھ ماریں گے۔

---

[1] یہ مضمون بلفظہ مولانا محمد بدر عالم صاحب کی کتاب ترجمان السنۃ جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۷۲ تا صفحہ ۳۷۹ سے ماخوذ ہے۔

آپ کا علم لدنی (خداداد) ہوگا۔ سید برزنجی اپنے رسالۃ الاشاعت میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ تلاش کے باوجود مجھ کو آپ کی والدہ کا نام روایت میں کہیں نہیں ملا۔

آپ کے ظہور سے قبل سفیانی کا خروج شاہِ روم اور مسلمانوں میں جنگ اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا۔

آپ کے ظہور سے قبل ملک عرب اور شام میں

ابوسفیان[1] کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو سادات کو قتل کریگا۔ اس کا حکم ملک شام و مصر کے اطراف میں چلے گا۔ اس درمیان میں بادشاہ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے فرقہ سے صلح ہوگی لڑنے والا فریق قسطنطنیہ پر قبضہ کریگا۔ بادشاہِ روم دارالخلافہ کو چھوڑ کر ملک شام میں پہنچ جائے گا اور عیسائیوں کے دوسرے فریق کی اعانت سے اسلامی فوج ایک خونریز جنگ کے بعد فریق مخالف پر فتح پائے گی۔ دشمن کی شکست کے بعد موافق فریق میں سے ایک شخص نعرہ لگائے گا کہ صلیب غالب ہوگئی اور اس کے نام سے یہ فتح ہوئی یہ سن کر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اس سے مارپیٹ کریگا۔ اور کہے گا کہ نہیں دینِ اسلام غالب ہوا اور اس کی وجہ سے یہ فتح نصیب ہوئی۔ یہ دونوں

[1] حسب بیان سید برزنجی: خالد بن یزید بن ابی سفیان کی نسل سے ہوگا۔ امام قرطبی نے اپنے تذکرہ میں اس کا نام عروہ تحریر فرمایا ہے۔ سید برزنجی نے اپنے رسالہ الاشاعت میں اس کا حلیہ اور اس کے دور کی پوری تاریخ تحریر فرمائی ہے مگر اس کا اکثر حصہ موقوف روایات سے ماخوذ ہے۔ اس لئے ہم نے شاہ صاحب کے رسالہ سے اس کا مختصر تذکرہ نقل کیا ہے امام قرطبی نے بھی امام مہدی کے دور کی پوری تاریخ نقل

بقیہ حاشیہ ص ۷ پر

اپنی اپنی قوم کو مدد کے لیے پکاریں گے۔ جس کی وجہ سے فوج میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

بادشاہِ اسلام شہید ہو جائیگا۔ عیسائی ملک شام پر قبضہ کرلیں گے۔ اور آپس میں ان دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہو جائیگی۔ باقی مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے۔ عیسائیوں کی حکومت خیبر (جو مدینہ منورہ سے قریب) تک پھیل جائے گی اس وقت مسلمان اس فکر میں ہوں گے کہ امام مہدی کو تلاش کرنا چاہیئے تاکہ ان کے ذریعے یہ مصیبتیں دور ہوں اور دشمن کے پنجہ سے نجات مل جائے۔

امام مہدی کی تلاش اور ان سے بیعت کرنا

امام مہدی

اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے مگر اس ڈر سے کہ مبادا لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں۔ مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔ اس زمانہ کے اولیاء کرام اور ابدالِ عظام آپ کو تلاش کریں گے۔ بعض آدمی مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے بھی کریں گے۔ حضرت مہدی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی۔

بقیہ حاشیہ: فرمائی ہے۔ تذکرہ قرطبی گو اس وقت دستیاب نہیں۔ مگر اس کا مختصر مؤلفہ امام شعرانی عام طور پر ملتا ہے۔ قابل ملاحظہ ہے۔ سید برزنجی کے رسالہ میں امام مہدی کے زمانہ کی مفصل اور مرتب تاریخ کے علاوہ اس باب کی مختصر حدیثوں میں جمع و تطبیق کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ لیکن چونکہ اس باب کی اکثر روایات ضعیف تھیں۔ اس لیے ہم نے ان کی تطبیق نقل کرنے کی چنداں اہمیت محسوس نہیں کی۔

ولایت ڈاٹ نیٹ

اور آپ کو مجبور کر کے آپ سے بیعت کرے گی۔ اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا۔ اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاستمعولہ واطیعوا۔ اس آواز کو اس جگہ کے تمام عام و خاص سن لیں گے بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کے فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی۔ تمام عراق اور یمن کے اولیاء کرام وابدال عظام آپ کی محبت میں اور ملک عرب کے تمام لوگ آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے۔ اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے (جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکال کر مسلمانوں پر تقسیم فرمائیں گے۔

خراسانی سردار کا امام مہدی کی اعانت کے لیے فوج روانہ کرنا اور سفیانی کے لشکر کو ہلاک و تباہ کرنا

جب یہ خبر اسلامی دنیا میں پھیلے گی۔ تو خراسان کا ایک شخص ایک بہت بڑی فوج لیکر آپ کی مدد کے لیے روانہ ہوگا جو راستے میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کر دے گا۔ اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان منصور نامی ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ سفیانی (جس کا ذکر اوپر گزر چکا) اہل بیت کا دشمن ہوگا۔ اس کی ننھال قوم بنو کلاب ہوگی۔ حضرت امام مہدی کے مقابلے کے واسطے ایک فوج بھیجے گا۔ جب یہ فوج مکہ مدینہ کے درمیان ایک میدان میں پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی۔ تو اسی جگہ اس فوج کے نیک و بد سب کے سب دھنس جائیں گے اور قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اسکی عقیدے اور عمل کے مطابق ہوگا۔ ان میں سے صرف دو آدمی بچیں گے۔ ایک حضرت امام مہدی کو اس واقعہ کی اطلاع دے گا۔ اور دوسرا سفیانی کو

عرب کی فوجوں کے اجتماع کا حال سنکر عیسائی بھی چاروں طرف سے فوجوں کو جمع کرنے کی کوشش میں لگ جائیں گے اور اپنے اور روم کے ممالک سے فوج کثیر لے کر امام مہدیؑ کے مقابلے کے لیے شام میں جمع ہو جائیں گے۔

مقابلہ کے لیے اجتماع اور امام مہدی کیساتھ خونریز جنگ اور آخر میں امام مہدی کی فتح مبین

ان کی فوج کے اس وقت ستر جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہ ہوگی (جس کی تعداد ۸,۴۰,۰۰۰ ہوگی حضرت امام مہدی مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچیں گے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہو کر شام کی جانب روانہ ہوں گے۔ دمشق کے پاس آکر عیسائیوں کی فوج سے مقابلہ ہوگا۔

اس وقت امام مہدی کی فوج کے تین گروہ ہو جائیں گے، ایک گروہ نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جائے گا۔ خداوند کریم ان کی توبہ ہرگز قبول نہ فرمائے گا۔ باقی فوج میں سے کچھ تو شہید ہو کر بدر اور اُحد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے اور کچھ بتوفیق ایزدی فتحیاب ہو کر ہمیشہ کے لیے گمراہی اور انجام بد سے چھٹکارا پائیں گے۔ حضرت امام مہدی دوسرے روز پھر نصاریٰ کے مقابلے کے لیے نکلیں گے۔ اس روز مسلمانوں کی ایک جماعت یہ عہد کر کے نکلے گی۔ یا میدان جنگ فتح کریں گے یا مر جائیں گے یہ جماعت سب کی سب شہید ہو جائے گی۔

حضرت امام مہدی باقی ماندہ قلیل جماعت کیساتھ لشکر میں واپس آئیں گے۔ دوسرے دن پھر ایک بڑی جماعت یہ عہد کرے گی کہ فتح کئے بغیر میدان جنگ سے واپس نہیں آئیں گے۔ یا پھر مر جائیں گے۔ اور حضرت امام

مہدی کے ہمراہ بڑی بہادری کے ساتھ جنگ کریں گے اور آخر یہ بھی جام شہادت نوش کریں گے۔ شام کے وقت امام مہدی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئیں گے چوتھے روز حضرت امام مہدی رسد گاہ کی محافظ جماعت کو لے کر دشمن سے پھر نبرد آزما ہوں گے۔ یہ جماعت تعداد میں بہت کم ہوگی مگر خداوند کریم ان کو فتح مبین عطا فرمائے گا۔ عیسائی اس قدر قتل ہوں گے کہ باقیوں کے دماغ سے حکومت کی بو نکل جائے گی اور بے سرو سامان ہو کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ بھاگ جائیں گے مسلمان ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو جہنم رسید کر دیں گے۔ اس کے بعد امام مہدی بے انتہا انعام و اکرام اس میدان کے جانبازوں پر تقسیم فرمائیں گے مگر اس مال سے کسی کو خوشی حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ اس جنگ کی بدولت بہت سے خاندان و قبیلے ایسے ہوں گے۔ جن میں فیصد صرف ایک ہی آدمی بچا ہوگا۔ اس کے بعد امام مہدی بلاد اسلام کے نظم و نسق اور فرائض اور حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے۔ چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں گے اور ان مہمات سے فارغ ہو کر فتح قسطنطنیہ کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔

ستر ہزار فوج کے ساتھ امام مہدی کی فتح قسطنطنیہ کے لیے روانگی اور ایک نعرۂ تکبیر سے شہر کا فتح ہو جانا۔

بحیرہ روم کے کنارہ پر پہنچ کر قبیلہ بنو اسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کی خلاصی کے لیے جس کو آجکل استنبول کہتے ہیں۔ مقرر فرمائیں گے۔ جب یہ فصیل شہر کے قریب پہنچ کر نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو اس کی فصیل نام خدا کی برکت سے یکایک گر جائے گی مسلمان دھاوا بول کر شہر میں داخل ہو جائیں گے۔

شورشوں کو ختم کر کے ملک کا انتظام نہایت عدل و انصاف کے ساتھ کریں گے۔ ابتدائی بیعت سے اس وقت تک چھ سات سال کا عرصہ گذرے گا۔ امام مہدی ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے کہ افواہ اڑے گی کہ دجال نکل آیا۔

امام مہدی کا دجال کی تحقیق کے لیے ایک مختصر دستے کا روانہ فرمانا اور ان کی افضلیت کا حال

اس خبر کے سنتے ہی حضرت امام مہدی ملک شام کی طرف واپس ہوں گے۔ اور اس خبر کی تحقیق کے لیے پانچ یا نو سوار جن کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ان کے ماں باپ قبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں۔ اور اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں سے بہتر ہوں گے۔ لشکر کے آگے بطور طلیعہ روانہ ہو کر معلوم کریں گے کہ یہ افواہ غلط ہے۔ پس امام مہدی عجلت کو چھوڑ کر ملک کی خبر گیری کی غرض سے آہستگی اختیار فرمائیں گے۔ اس میں کچھ عرصہ نہ گذرے گا کہ دجال ظاہر ہو جائے گا اور قبل اس کے کہ وہ دمشق پہنچے حضرت امام مہدی دمشق آ چکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری و ترتیب فوج کر چکے ہوں گے۔ اور اسباب حرب و ضرب تقسیم کرتے ہوں گے کہ موذن عصر کی اذان دے گا۔ لوگ نماز کے لیے تیاری میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگاتے ہوئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ فرما ہو کر آواز دیں گے کہ سیڑھی لاؤ۔ سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔

حضرت عیسیٰ کا اترنا اور اس وقت کی نماز امام مہدی کی امامت میں ادا کرنا

آپ اس سیڑھی کے ذریعے نازل ہو کر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع و خوش خلقی سے آپ کے ساتھ پیش آئیں گے اور فرمائیں گے کہ یا نبی اللہ امامت

ولایت ڈاٹ نیٹ

کیجیے۔ حضرت عیسیٰ ؑ ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو۔ کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لیے امام ہیں۔ اور یہ عزت اسی امت کو خدا نے دی ہے۔ پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقتداء کریں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر امام مہدی پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے کہ یا نبی اللہ اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے۔ جس طرح چاہیں انجام دیں۔ وہ فرمائیں گے نہیں یہ کام بدستور آپ کے کے تحت رہیگا۔ میں تو صرف قتل دجال کے واسطے آیا ہوں۔ جس کا میرے ہی ہاتھ سے مارا جانا مقدر ہے۔

امام مہدی کے عہدِ خلافت کی خوشحالی اور اس کی مدت اور ان کی وفات

تمام زمین امام مہدی علیہ السلام کے عدل وانصاف سے "بھر جائیگی" منور اور روشن ہو جائیگی، ظلم وانصاف کی بیخ کنی ہوگی۔ تمام لوگ عبادت و اطاعت الٰہی میں سرگرمی سے مشغول ہوں گے آپ کی خلافت کی میعاد سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی۔ واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنے اور ملک کے انتظام میں آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ وجدال میں اور نواں سال حضرت عیسیٰ ؑ کی معیت میں گذرے گا۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال کی ہوگی بعد ازاں امام مہدی کی وفات ہو جائیگی۔ حضرت عیسیٰ آپ کے جنازہ کی نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے۔ اس کے بعد تمام چھوٹے اور بڑے انتظامات حضرت عیسیٰ کے ہاتھ میں آجائیں گے لے۔

لے اس موقع پر یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ شاہ صاحب نے گو تمام یہ سرگزشت حدیثوں کی روشنی ہی میں مرتب فرمائی ہے۔ جیسا کہ احادیث کے مطالعہ سے واضح ہے۔ مگر ان واقعات کی ترتیب اور بعض جگہ ان کا تعین یہ دونوں باتیں خود حضرت موصوف ہی کی جانب سے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حدیث و قرآن میں جو قصص و واقعات بیان کیے گئے ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲ سے۔ خواہ وہ گذشتہ زمانے سے متعلق ہوں یا آئندہ سے ان کا طرز بیان تاریخی کتابوں کا سا نہیں، بلکہ بسبب مناسبت مقام ان کا ایک ایک ٹکڑا متفرق طور پر ذکر میں آگیا ہے۔ پھر جب ان سب ٹکڑوں کو جوڑا جاتا ہے۔ تو بعض مقامات پر کبھی ان کی درمیانی کڑی نہیں ملتی۔ کہیں ان کی ترتیب میں شک وشبہ رہ جاتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر بعض خام طبائع تو اصل واقعہ کے ثبوت ہی سے دستبردار ہو جاتی ہے حالانکہ غور کرنا چاہیے کہ جب قرآن وحدیث کا اسلوب بیان ہی وہ نہیں جو آج ہماری تصانیف کا ہے۔ تو پھر حدیثوں میں اسی کی تلاش ہی کیوں کیا جائے۔ نیز جب ان متفرق ٹکڑوں کی ترتیب خود صاحب شریعت نے بیان ہی نہیں فرمائی۔ تو اس کو صاحب شریعت کے سر کیوں رکھ دیا جائے لہذا اگر اپنی جانب سے کوئی ترتیب قائم کرلی گئی ہے۔ تو اس پر جزم کیوں کیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ جو ترتیب ہم نے اپنے ذہن میں قائم رکھی ہے حقیقت اسکے خلاف ہے۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے امور ہیں جو قرآنی اور حدیثی قصص میں تشنہ نظر آتے ہیں۔ اس لیے یہاں جو قدم اپنی رائے سے اٹھایا جائے اس کو کتاب وسنت کے سر رکھ دینا ایک خطرناک اقدام ہے اور اس ابہام کی وجہ سے اصل واقعہ کا ہی انکار کر دینا یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ واقعات کی پوری تفصیل اور اس کے اجزاء کی پوری پوری ترتیب بیان کرنی رسول کا وظیفہ ہی نہیں یہ ایک مورخ کا وظیفہ ہے۔ رسول آئندہ واقعات کی صرف بقدر ضرورت اطلاع دیتا ہے۔ پھر جب ان کے ظہور کا وقت آتا ہے تو وہ خود اپنی تفصیل کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور اس وقت یہ ایک کرشمہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے بڑے واقعات کے لیے جتنی اطلاع حدیثوں میں آچکی ہے وہ بہت کافی تھی اور قبل از وقت اس سے زیادہ تفصیلات دماغوں کے لیے غیر ضروری بلکہ شاید اور زیادہ الجھاؤ کا موجب تھیں۔ علاوہ ازیں جس کو ازل سے ابد تک کا علم ہے۔ وہ یہ خوب جانتا تھا کہ کم وقت میں دین روایت اور اسانید کے ذریعہ پھیلے گا۔ اور اس تقدیر پر راویوں کے اختلافات سے

روایتوں کا اختلاف بھی لازم ہوگا۔ پس اگر غیر ضروری تفصیلات کو بیان کر دیا جاتا تو یقیناً ان میں بھی اختلاف پیدا ہونے کا امکان تھا اور ہو سکتا تھا کہ امت اسی اجمالی خبر سے جتنا فائدہ اٹھا سکتی تھی، تفصیلات بیان کرنے سے وہ بھی فوت ہو جاتا۔ لہٰذا امام مہدی کی حدیثوں کے سلسلے میں نہ تو ہر گوشے کی پوری تاریخ معلوم کرنے کی سعی کرنی صحیح ہے اور نہ صحت کے ساتھ منقول شدہ منتشر ٹکڑوں میں جزم کے ساتھ ترتیب دینی صحیح اور نہ اس وجہ سے اصل پیشگوئی میں تردید پیدا کرنا علم کی بات ہے۔ یہاں جملہ پیشگوئیوں میں صحیح راہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ جتنی بات حدیثوں میں صحت کے ساتھ آ چکی ہے اس کو اسی حد تک تسلیم کر لیا جائے اور زیادہ تفصیلات کے درپے نہ ہوا جائے اور اگر مختلف حدیثوں میں کوئی ترتیب اپنے ذہن سے قائم کر لی گئی ہے تو اس کو حدیثی بیان کی حیثیت ہرگز نہ دی جائے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سلسلہ کی حدیثیں مختلف اوقات میں مختلف لحاظ سے روایت ہوتی ہیں اور ہر مجلس میں آپ نے اس وقت کے مناسب اور حسب ضرورت تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ یہاں یہ امر بھی یقینی نہیں کہ ان تفصیلات کے براہ راست سننے والوں کو ان سب کا علم حاصل ہو۔ بہت ممکن ہے کہ جس صحابی نے امام مہدی کی پیشین گوئی کا ایک حصہ ایک مجلس میں سنا ہو اس کو اس کے دوسرے حصے کے سننے کی نوبت ہی نہ آئی ہو جو دوسرے صحابی نے دوسری مجلس میں سنا ہے اور اس لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ واقعہ کے الفاظ بیان کرنے میں ان تفصیلات کی کوئی رعایت نہ کرے جو دوسرے صحابی کے بیان میں موجود ہیں۔ یہاں بعد کی آنے والی امت کے سامنے چونکہ یہ ہر دو بیانات موجود ہوتے ہیں، اس لئے یہ فرض اس کا ہے کہ اگر وہ ان تفصیلات میں کوئی لفظی بے ارتباطی دیکھتی ہے، تو اپنی جانب سے کوئی تطبیق کی راہ نکال لے۔ اس سے بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ توجیہ راویوں کے بیانات پر پوری پوری راس نہیں آتی اب راویوں کے الفاظ کی یہ کشاکش اور تاویلات کی ناسازگاری کا یہ رنگ دیکھ کر بعض دماغ اس طرف چلے جاتے ہیں کہ ان تمام دشواریوں کے تسلیم کرنے کی بجائے اصل واقعہ کا ہی انکار کر دینا آسان ہے مگر کاش وہ اس پر بھی نظر کر لیتے کہ یہ تاویلات خود صاحب شریعت

کی جانب سے نہیں، بلکہ واقعہ کے خود راویوں کی جانب سے بھی نہیں، یہ صرف ان دماغوں کی کاوش ہے جن کے سامنے اصل واقعہ کے وہ سب متفرق ٹکڑے جمع ہو کر آ گئے ہیں جن کو مختلف صحابہ نے مختلف زمانوں میں روایت کیا ہے۔ اور اس لئے ہر ایک نے اپنے الفاظ میں دوسرے کی تعبیر کی کوئی رعایت نہیں کی اور نہ وہ کر سکتا ہے تو پھر نہ تو ان راویوں کے الفاظ کی اس بے ارتباطی کا کوئی اثر پڑتا۔ اور نہ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار صرف اتنی سی بات پر ان کو آسان نظر آتا۔

علم اصولِ حدیث کی بعض اصطلاحیں

اصول حدیث کی تعریف

علم اصول حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعہ حدیث کے احوال معلوم کئے جائیں۔

اصول حدیث کی غایت

علم اصول حدیث کی غایت یہ ہے کہ حدیث کے احوال معلوم کر کے مقبول پر عمل کیا جائے اور غیر مقبول سے بچا جائے۔

اصول حدیث کا موضوع

علم اصول حدیث کا موضوع حدیث ہے۔

حدیث کی تعریف

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ و تابعین کے قول و فعل و تقریرعہ کو حدیث کہتے ہیں اور کبھی اس کو خبر و اثر بھی کہتے ہیں

حدیث کی تقسیم

حدیث دو قسم پر ہے خبرِ متواتر و خبرِ واحد۔

خبرِ متواتر: وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقلِ سلیم محال سمجھے۔

عہ تقریرِ رسولؐ یہ ہے کہ کسی مسلمان نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی آپؐ نے جاننے کے باوجود اسے منع نہ فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرما کر اسے برقرار رکھا اور اس طرح اس کی تصویب و تثبیت فرمائی (کذا فی مقدمۃ فتح الملہم ص۱)

اور **خبرِ واحد:** وہ حدیث ہے جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں۔ پھر خبر واحد مختلف اعتباروں سے کئی قسم پر ہے۔

خبرِ واحد کی پہلی تقسیم

خبرِ واحد اپنے منتہی کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ مرفوع، موقوف، مقطوع۔

مرفوع وہ حدیث ہے جس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اور موقوف وہ حدیث ہے جس میں صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

اور مقطوع وہ حدیث ہے جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

خبرِ واحد کی دوسری تقسیم

خبرِ واحد عددِ رُواۃ کے اعتبار سے بھی تین قسم پر ہے۔ مشہور، عزیز، غریب۔

مشہور: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں۔

عزیز: وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔

غریب: وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک نہ ہو۔

خبرِ واحد کی تیسری تقسیم

خبرِ واحد اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے:

صحیح لذاتہ۔ حسن لذاتہ۔ ضعیف۔ صحیح لغیرہ۔ حسن لغیرہ۔ موضوع۔ متروک۔ شاذ۔ محفوظ۔ منکر۔ معروف۔ معلل۔ مضطرب۔ مقلوب۔ مُصحّف۔ مُدرَج

صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو۔ معلل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو باقی سب شرائط صحیح لذاتہ کے اس میں موجود ہوں۔

ضعیف: وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح و حسن کے شرائط نہ پا۔

صحیح لغیرہ اس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں

حسن لغیرہ اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

موضوع وہ حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو

متروک وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یا وہ روایت قواعد معلومہ فی الدین کے مخالف ہو۔

شاذ وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعتِ کثیر کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

محفوظ وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو

منکر وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے۔

معروف وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو

مُعَلَّل وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علتِ خفیہ ہو جو صحتِ حدیث میں نقصان دیتی ہے اس کو معلوم کرنا ماہرینِ فن ہی کا کام ہے ہر شخص کا نہیں۔

مضطرب وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

مقلوب وہ حدیث ہے جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہو گئی ہو یعنی لفظ مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کیا گیا ہو۔ یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

مُصَحَّف[۱] وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے لفظوں حرکتوں و سکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے۔

---

[۱] بعض اوقات مصحف کو محرف بھی کہتے ہیں (مقدمہ فتح الملہم صفحہ ۱۲۲)

مُدرَج وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کر دے۔

خبر واحد کی چوتھی تقسیم

خبر واحد سقوط و عدم سقوطِ راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے۔ مُتصل، مُسنَد، منقطع، معلَّق، معضَل، مرسَل، مدلَّس

متصل وہ حدیث ہے کہ اس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں۔

مُسنَد وہ حدیث ہے کہ اس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

منقطع وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو۔

معلق وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک راوی یا کثیر گرے ہوئے ہوں

مُعضَل وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے بہ پے گرے ہوئے ہوں۔

مُرسَل وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

مُدَلَّس وہ حدیث ہے جس کے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپا لیتا ہو۔

خبر واحد کی پانچویں تقسیم

خبر واحد صِیَغ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ مُعَنعَن، مسلسل۔

مُعَنعَن وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظِ عَن ہو اور اسکو عَن عَن بھی کہا جاتا ہے۔

مُسَلسَل وہ حدیث ہے جس کی سند میں صِیَغ ادا کے یا راویوں کے صفات یا حالات ایک ہی طرح کے ہوں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب اوّل

عقیدۂ ظہورِ مہدی احادیث کی روشنی میں

الحمد للّٰہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد المصطفیٰ وعلیٰ آلہ و اصحابہ الاتقیاء۔ امابعد

فقد قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ۔ (الآیۃ)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی مسئلے کے متعلق اختلافِ رائے ہو تو خدا کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو لوٹاؤ۔ یعنی اس کا حکم کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں میں تلاش کرو۔ اس قاعدے کے مطابق جس مسئلے میں مسلمانوں میں اختلافِ رائے ہو تو بجائے اس کے کہ اپنی رائے پر زور دیا جائے اور اسے حتمی و

آخری سمجھا جائے، چاہیے کہ اس کو اللہ کی کتاب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تلاش کیا جائے۔ کیونکہ دین کے یہی وہ ایسے سرچشمے ہیں جن سے ھدایت کے پیاسے سیراب ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فاعقلوا ایھا الناس قولی فانی قد بلغت وقد ترکت فیکم ایھا الناس ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدا کتاب اللہ و سنۃ نبیہ (کتاب السنۃ محمد بن نصر المروزی ؒ)

یعنی اے لوگو! میری بات کو سمجھو میں نے تمہیں دین کی باتیں پہنچادی ہیں اور ایسی چیزیں چھوڑ گیا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے تو گمراہ نہیں ہو گے ایک کتابُ اللہ اور دوسری اللہ کے رسولؐ کی سنت۔

اسی طرح حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی یہ مضمون مختلف الفاظ سے مروی ہے۔

جنوری [illegible] کے قومی ڈائجسٹ میں جناب اختر کاشمیری صاحب کا ایک مضمون خروجِ مہدی کے متعلق چھپا تھا۔ جس میں انہوں نے تحقیقی اور سنجیدہ طریقے پر ظہورِ مہدی کے مسئلے پر کلام فرمایا ہے انہوں نے اس پر زور دیا ہے کہ ظہورِ مہدی کے متعلق جتنی احادیث مروی ہیں وہ قابلِ اعتبار نہیں ہیں اور ثبوت کے درجے تک نہیں پہنچتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ظہورِ مہدی کا عقیدہ جو مسلمانوں میں چودہ سو سال سے منتقل ہوتا آیا ہے، بے بنیاد ہے چونکہ خود صاحبِ مضمون نے اس کی فرمائش کی ہے کہ دوسرے علماء اس موضوع پر قلم اٹھائیں۔ اور یہ کہ اگر صحیح احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہو جائے تو صاحبِ مضمون اپنا خیال بدل سکتا ہے۔

اسی طرح رسالہ کی مجلسِ ادارت کی طرف سے بھی اس موضوع پر لکھنے

کی دعوت دی گئی تھی اور ساتھ ساتھ یہ خطرہ تھا کہ اگر سکوت اختیار کیا جائے تو عام مسلمان شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں گے۔ نیز اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ سلف صالحین کے خلق بدگمانی پیدا ہوگی کہ انہوں نے ایک ایسے مسئلے کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے جس کی کوئی صحیح بنیاد موجود نہیں یہی وہ محرکات تھے کہ بندہ کو اس پر قلم اٹھانے کی جرأت ہوئی امید ہے کہ دوسرے علماء حضرات بھی اس موضوع پر اپنے گراں قدر خیالات اور تحقیقات کا اظہار فرمائیں گے جس سے عام مسلمان مستفید ہوں گے۔

اس طویل تمہید کے بعد اب میں اصل مدعا پر آتا ہوں۔

ظہور مہدی کا عقیدہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور چودہ سو سال سے مسلمانوں میں مسلّم اور مشہور ہے۔ اب میں تفصیل سے ان احادیث کو مع حوالہ درج کرتا ہوں کہ جن پر اس عقیدہ کی بنیاد ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

(۱) جمع الفوائد میں محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی المغربی المتوفی ۱۰۹۴ھ نے کتاب الملاحم واشراط الساعۃ میں یہ حدیث نقل کی ہے:

ابن مسعود رفعہ لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطوّل اللہ ذلک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلاً منی او من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطاً وعدلاً

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ اگر دنیا کا صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے تو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اس دن کو طویل کر دینگے یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں ایک آدمی کو مبعوث فرمائیں گے جو میرے اہل بیت سے ہوگا، اس کا نام میرے

کما ملئت ظلماً وجوراً

ابی داؤد والترمذی ج ۲۔

نام پر ہوگا اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا، یعنی محمد بن عبداللہ وہ زمین کو انصاف اور عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم و زیادتی سے بھر چکی ہوگی

حدیث نمبر ۹۹۱۱

(۲) ام سلمۃ رفعتہ المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ۔

ابی داؤد جمع الفوائد ص۱۱۳ ج ۲۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری آل سے ہوگا۔ یعنی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔

حدیث نمبر ۹۹۱۲

(۳) ابو سعید رفعہ المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت جوراً و ظلماً یملک سبع سنین۔ للترمذی وابی داؤد بلفظہ ج ۲ جمع الفوائد

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی مجھ سے ہوگا کھلی پیشانی والا اور طویل وباریک ناک والا، وہ زمین کو انصاف و عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم و زیادتی سے بھر چکی ہوگی سات سال تک اس کی حکومت ہوگی۔

حدیث نمبر ۹۹۱۵

(۴) علی و نظر الی ابنہ الحسن فقال ان ابنی ھذا سید کما سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

ویخرج من صلب رجل یسمی باسم نبیکم یشبہ فی الخلق ولا یشبہ فی الخلق . لابی داؤد

نے فرمایا اور ان کی پشت سے ایک آدمی پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا وہ نبی کے ساتھ اخلاق میں مشابہ ہوگا اور جسم میں مشابہ نہیں ہوگا۔

جمع الفوائد ص[illegible] حدیث نمبر ۹۹۱۶

جمع الفوائد کی یہ حدیثیں جوکہ صحیح یا حسن درجہ کی ہیں خروج مہدی پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔

جمع الفوائد کے مصنف نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ

وان لم اذکر شیئاً بعد عزو حدیث غیر الجامع فذلک الحدیث مقبول حسن او صحیح برجال الصحیح اوغیرھم . جمع الفوائد ص[illegible] ج ۱

یعنی اگر کسی حدیث کو میں نقل کروں اور اس کے بعد اس پر ضعف وغیرہ کا کوئی حکم نہ لگاؤں تو وہ حدیث قابل قبول حسن یا صحیح ہوگی۔

نوٹ: حدیث صحیح اور حسن وغیرہ کی تعریفات ہم نے اس لئے نہیں لکھیں کہ ان اصطلاحات کی پوری تفصیل جناب اختر کاشمیری صاحب کے مضمون میں موجود ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔

مصنفؒ کی اس صراحت کے بعد اب اس کی ضرورت نہیں رہی کہ ان احادیث کے راویوں پر ہم فرداً فرداً کلام کریں۔

(۵) اب دوسری کتابوں سے احادیث ملاحظہ ہو۔

ابوداؤد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت ان الفاظ سے مروی ہے

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال

یعنی حضرت علی نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر

حدثنا الفضل بن دکین قال حدثنا فطر عن القاسم بن ابی بزۃ عن ابی الطفیل عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو لم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللہ رجلاً من اھل بیتی یملأھا عدلاً کما ملئت جوراً

ابوداؤد ص[illegible] ج۲ کتاب المہدی

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر زمانہ کا ایک دن بھی باقی ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ ایک آدمی میرے اہل بیت سے پیدا فرمائیں گے جو زمین کو عدل سے بھر دیگا جیسے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔

اس روایت پر امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سکوت کیا ہے اور محدثین کے ہاں وہ روایت جس پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہو کم از کم درجہ حسن کی ہوتی ہے جیسے کہ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی کی املائی تقریر درس ترمذی میں ہے کہ ان کی کتاب (ابوداؤد) میں حسن اور ضعیف احادیث بھی آگئی ہیں۔ البتہ وہ ضعیف اور مضطرب احادیث پر کلام کرنے کے بھی عادی ہیں بشرطیکہ ضعف زیادہ ہو چنانچہ جس حدیث پر وہ سکوت کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث اُن کے نزدیک قابلِ استدلال ہے۔ البتہ بعض مرتبہ اگر ضعف خفیف ہو تو وہ اسے نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس پر کلام نہیں کرتے ہیں۔

(درس ترمذی ص۱۱۲ ج ۱)

اور خود امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا قول بھی کتابوں میں منقول ہے جیسے کہ حافظ ابن صلاح کا قول شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں نقل کیا ہے

ومن مظانہ سنن ابی داؤد

یعنی امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ

فقد روینا انه قال ذکرت فیه الصحیح وما یشبهه وما یقاربه وروینا عنه ایضا ما معناه انه یذکر فی کل باب اصح ما عرفه فی ذلك الباب وقال ما کان فی کتابی حدیث فیه وهن شدید فقد بینته وما لم اذکر فیه شیئا فهو صالح وبعضها اصح من بعض۔
(مقدمہ فتح الملہم ص۲۹ ج ۱)

میں نے اپنی کتاب میں صحیح اور اس کے مشابہ اور صحیح کے قریب روایتیں نقل کی ہیں اور حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے امام ابو داؤد سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح روایتیں نقل کرتے ہیں اور فرمایا کہ میری کتاب میں اگر ایسی روایت ہو کہ جس میں شدید قسم کا ضعف ہو تو میں اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس حدیث کے متعلق میں سکوت کروں تو وہ صالح ہوتی ہے یعنی یا صحیح یا حسن اور اگر ضعف ہو بھی تو ادنیٰ درجے کا ہوتا ہے جس کا جبیرہ ممکن ہوتا ہے۔

حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤدؒ کے اس قول کی بنا پر اگر کوئی روایت مطلقاً یعنی بغیر کسی کلام کے منقول ہو جبکہ وہ روایت بخاری و مسلم میں موجود نہ ہو اور نہ کسی محدث نے اس کی صحت و حسن پر حکم لگایا ہو تو وہ روایت امام ابو داؤدؒ کے نزدیک درجہ حسن کی ضرور ہوتی ہے۔ اور امام ابو داؤدؒ کا یہ قول ان الفاظ کے ساتھ بھی منقول ہے کہ وما سکتُ عنه فهو صالح (مقدمہ فتح الملہم ص۲۹ ج ۱) یعنی جس حدیث کے متعلق میں سکوت کروں تو وہ صالح ہوتی ہے اور صالح حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے اور حسن بھی۔ تو احتیاط یہ ہے کہ حسن ہی کا حکم اس پر لگایا جائے

اور امام ابو داؤدؒ کا یہ قول بھی کتابوں میں منقول ہے کہ

ما ذکرتُ فی کتابی حدیثاً اجتمع الناس علی ترکه (مقدمہ ابو داؤد ص۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

یعنی میں نے کوئی ایسی حدیث نقل نہیں کی ہے کہ جس کے ترک اور ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں فرمایا کہ

در وے التزام نمودہ است کہ حدیث صحیح باشد یا حسن ص۲۸۵

یعنی اس کتاب میں اس کا التزام ہے کہ حدیث صحیح ہو یا حسن

باقی تحقیق مقدمہ ابو داؤد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ص۳ ج ۱ و ص۴ ج ۱، اور مقدمہ فتح الملہم ص۲۹ ج ۱ میں ملاحظہ ہو۔

اس پوری تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام ابو داؤدؒ جس حدیث پر سکوت کریں وہ حدیث کم از کم حسن کے درجہ کی ہوتی ہے۔ جیسے کہ خروج مہدی کے مذکورہ حدیث پر انہوں نے سکوت کیا ہے۔ لہذا یہ حدیث کم از کم حسن کے درجہ کی ہے۔

(۶) ابو داؤدؒ نے حضرت ام سلمہؓ کی وہ روایت جو ہم نے نمبر ۲ میں نقل کی ہے اس سند کے ساتھ نقل کی ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔ صرف علی بن نفیل کی توثیق کا قول ابو الملیح سے نقل کیا ہے

حدثنا احمد بن ابراهیم قال حدثنی عبد الله بن جعفر الرقی قال حدثنا ابو الملیح الحسن بن عمر عن زیاد بن بیان عن علی بن نفیل عن سعید بن المسیب عن ام سلمة قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول المهدی من عترتی من ولد فاطمة (ابو داؤد ص۲۳۲ ج ۲)

اس روایت کا ترجمہ نمبر ۲ پر گذر چکا ہے

(۴) حضرت ام سلمہ کی ایک اور تفصیلی روایت جو ابو داؤد میں مندرجہ ذیل سند سے مروی ہے

حدثنا محمد بن المثنى حدثنا معاذ بن هشام حدثني ابي عن قتادة عن صالح ابي الخليل عن صاحب له عن ام سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يكون اختلاف عند موت خليفة فيخرج رجل من اهل المدينة هاربا الى مكة فياتيه ناس من اهل مكة فيخرجونه وهو كاره فيبايعونه ويبعث اليه بعث من الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة والمدينة فاذا رأى الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه ثم ينشأ رجل من قريش اخواله كلب

حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ ایک خلیفہ کے انتقال کے وقت اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک آدمی بھاگ کر مکہ چلا جائے گا۔ اہل مکہ اس کے پاس آکر اس کو زور سے نکال کر اس کی بیعت کریں گے اہل شام اس کے پاس اپنا لشکر بھیجیں گے تو اسکا لشکر مکہ اور مدینہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنسا دیا جائے گا پھر اس کے بعد قریش کا ایک آدمی جس کے ماموں کلب قبیلے کے ہوں گے ان کے مقابلے میں ایک لشکر بھیجیں گے تو مہدی کا لشکر قریش کے لشکر پر غالب آجائے گا۔ خسارہ ہو اس آدمی کے لیے کہ جو

فيبعث اليهم بعثا فيظهرون عليهم وذلك بعث كلب والخيبة لمن لم يشهد غنيمة كلب فيقسم المال ويعمل في الناس بسنة نبيهم صلى الله عليه وسلم ويلقي الاسلام بجرانه الى الارض فيلبث سبع سنين ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون. قال ابو داود وقال بعضهم عن هشام تسع سنين وقال بعضهم سبع سنين - ابو داؤد ص ۲۳۲ ج ۲ کتاب المہدی

قبیلہ کلب کے مال غنیمت میں حاضر نہیں ہوا۔ مہدی مال تقسیم کریں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں گے۔ اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دیگا یعنی پھیل جائیگا سات سال تک رہیں گے۔ اس کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان پر نماز جنازہ پڑھیں گے

اس روایت میں اگرچہ ایک راوی مجہول ہے لیکن یہی روایت مستدرک حاکم میں متصل سند سے مذکور ہے اگرچہ اس کے الفاظ کچھ مختلف ہیں

مستدرک حاکم ص ۴۳۱ ج ۴ - اسی طرح علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اس کی تصحیح کی ہے۔ ملاحظہ ہو تلخیص المستدرک للذہبی ص ۴۳۱ ج ۴ بذیل المستدرک۔

اسی طرح اس روایت کی تائید حضرت ابوہریرہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کی صحت پر ابو عبد اللہ حاکم اور علامہ ذہبی دونوں متفق ہیں اور روایت بخاری و مسلم کی شرط پر ہے جس کو ہم آگے نقل کریں گے۔

ولایت ڈاٹ نیٹ

(۸) حضرت ام سلمہ کی ایک اور روایت جو ابوداؤد میں ان ہی الفاظ سے مروی ہے صـ۲۳۲ ج ۲

(۹) حضرت ام سلمہ کی ایک اور روایت جو ابوداؤد میں صـ۲۳۳ ج ۲ پر مروی ہے

(۱۰) اسی طرح سنن ترمذی میں امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے جس کو ہم پہلے جمع الفوائد کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں: اور اس کے آخر میں امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے ھٰذا حدیث حسنٌ صحیح صـ۴۶ ج ۲ باب خروج المھدی یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی یہ روایت صحیح ہے۔ مذکورہ روایت میں ایک راوی ہے جس کا نام اسباط بن محمد ہے وہ خود اگرچہ ثقہ ہے لیکن سفیان ثوری سے جو روایت وہ نقل کرتے ہیں اس کے بارے میں محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے جیسے کہ تقریب التھذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اسباط بن محمد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن میسرۃ القرشی مولاھم ابو محمد ثقۃ ضُعِّف فی الثوری۔ تقریب صـ۲۶

لیکن ایک تو یہ کہ خود امام ترمذیؒ نے اس کی روایت کی توثیق کی ہے اور محدثین جب کسی ایسے راوی سے حدیث نقل کرتے ہیں جس کی جرح پر واقف ہوں تو وہ روایت ان کے نزدیک قابلِ اعتماد ہوتی ہے اس لئے کہ وہ ہر راوی کی صدق اور کذب اور صحیح وضعیف روایتیں پہچانتے ہیں جیسے کہ امام ترمذی نے کتاب العلل میں سفیان ثوریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ حدثنا ابراھیم بن عبد اللہ بن المنذر الباھلی حدثنا یعلی بن عبید قال قال لنا سفیان الثوری اتقوا الکلبی فقیل لہ فانک تروی عنہ قال انا اعرف صدقہ من کذبہ۔ (صـ۲۳۳ ج ۲ کتاب العلل)

یعنی سفیان ثوریؒ نے کہا کہ کلبی سے بچو کسی نے ان سے کہا کہ آپ جو کلبی سے نقل کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کے سچ اور جھوٹ کو پہچانتا ہوں۔

اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ عبید بن اسباط کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التھذیب میں فرمایا ہے کہ صدوقٌ صـ۲۲۸

سفیان ثوریؒ تو مشہور امام اور متفق علیہ ثقہ ہیں۔ ایک راوی عاصم بن بھدلہ ہے جس کی توثیق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب صـ۱۵۸ میں کی ہے۔ نیز یہ طبقہ سادسہ کے راویوں میں سے ہے جن کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے ولم یثبت فیہ ما یترک حدیثہ من اجلہ والیہ الاشارۃ بلفظ مقبول۔ (تقریب التھذیب صـ۴)

نیز یہ صحیحین کے بھی راوی ہیں۔ تقریب التھذیب صـ۱۵۹

نیز ان پر حافظ ابن حجرؒ نے صفحہ مذکورہ میں ع کی علامت لگائی ہے تو یہ صحاح ستہ کے متفق علیہ راوی ہیں۔ کما صرح بہ الحافظ فی التقریب صـ۴

ایک راوی اس میں زر ہے جس کی توثیق حافظ ابن حجرؒ نے ثقۃٌ جلیل کے الفاظ سے کی ہے اور اس پر بھی ع کی علامت بنائی ہے

(۱۱) امام ترمذیؒ نے عاصم بن بھدلہ کی سند سے ایک دوسری روایت حضرت ابوھریرۃؓ سے نقل کی ہے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن محدثین کے ہاں یہ قاعدہ مشہور ہے کہ موقوف روایت بھی ایسے مسئلے میں جو مدرک بالقیاس نہ ہو مرفوع کے حکم میں ہے۔ روایت یہ ہے:

عن ابی ھریرۃ قال لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذلک الیوم حتی یلی۔ ھٰذا حدیث حسن صحیح۔ ترمذی صـ۴۶ ج ۲ باب خروج المھدی

یعنی اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو لمبا کر دیں گے یہاں تک مہدی والی بنے

اس حدیث کو بھی امام ترمذی نے حسنٌ اور صحیحٌ کہا ہے۔

ولایت ڈاٹ نیٹ

(۱۲) ترمذی میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی تفصیلی روایت ہے

حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة قال سمعت زيد العمي قال سمعت ابا الصديق الناجي يحدث عن ابي سعيد الخدري قال خشينا ان يكون بعد نبينا حدث فسألنا نبي الله صلى الله عليه وسلم قال ان في امتي المهدي يخرج يعيش خمسا او سبعا او تسعا زيد الشاك قال قلنا وما ذلك قال سنين قال فيجيء اليه الرجل فيقول يا مهدي اعطني اعطني قال فيحثي

یعنی ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ ہمیں ڈر محسوس ہوا کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی فتنہ ہو تو ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مہدی پیدا ..... ہوگا اور پانچ یا سات یا نو سال تک رہیگا ان کے پاس آدمی آئیگا، کہے گا کہ اے مہدی مجھے مال دیدے تو وہ کپڑا بھر کر اس کو اتنا دے گا جتنا کہ وہ اٹھا سکے گا۔

له في ثوبه ما استطاع ان يحمله هذا حديث حسن وقد روي من غير وجه عن ابي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم وابو الصديق الناجي اسمه بكر بن عمرو ويقال بكر بن قيس. (ترمذی ص۴۶ ج۲ باب خروج المہدی)

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی مختلف اسناد میں جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے۔ نیز یہ کہ ابو سعید خدریؓ کی مہدی کے متعلق روایت امام ابوداؤدؒ نے بھی نقل کی ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے جو صحت و حسن کی دلیل ہے۔ ملاحظہ ہو ابوداؤد ص۲۳۲ ج ۲ کتاب المہدی۔

اور حاکم نے مستدرک میں بھی ابو سعیدؓ کی روایت کی تخریج کی ہے حاکم اور ذہبی اس کی صحت پر متفق ہیں۔ ملاحظہ ہو مستدرک حاکم مع تلخیص الذہبی ص۵۵۸ ج۴

(۱۳) ابن ماجہ میں امام ابن ماجہ قزوینیؒ نے بھی خروج مہدی کے لئے مستقل باب قائم کیا ہے۔ اور حدیثیں نقل کی ہیں۔

ان میں سب سے پہلے انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے

حدثنا عثمان بن ابي شيبة حدثنا معاوية بن هشام حدثنا علي بن صالح عن يزيد بن ابي زياد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله قال بينما نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ اقبل فتية من بني هاشم فلما راهم النبي صلى الله عليه وسلم اغرورقت عيناه وتغير لونه قال فقلت ما نزال نرى في وجهك شيئا نكرهه فقال انا اهل بيت اختار الله لنا الآخرة على الدنيا وان اهل بيتي سيلقون بعدي بلاء وتشريدا وتطريدا حتى ياتي قوم

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ اتنے میں بنی ہاشم کے کچھ لڑکے سامنے آئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور رنگ متغیر ہو گیا میں نے عرض کیا کہ ہم آپ کے چہرے پر غم کے آثار دیکھتے ہیں جو ہمیں پسند نہیں فرمایا کہ ہم ایسے گھرانے کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے آخرت کو اختیار فرمایا ہے اور میرے اہل بیت پر میرے بعد مصیبت آئے گی یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے ایک قوم آئیگی ان کے ساتھ کالے جھنڈے ہوں گے، وہ مال مانگیں گے لوگ نہیں دیں گے تو وہ

من قبل المشرق معهم رايات سود فيسئلون الخير فلا يعطونه فيقاتلون فينصرون فيعطون ما سئلوا فلا يقبلونه حتى يدفعوها الى رجل من اهل بيتي فيملأها قسطاً وعدلاً كما ملؤها جوراً فمن ادرك ذلك منهم فليأتهم ولو حبواً على الثلج (سنن ابن ماجة ص۲۹۱)

لڑیں گے اور کامیاب ہو جائیں گے پھر انکو مانگی ہوئی چیز دی جائیگی لیکن وہ اس کو قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ حکومت میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی کے حوالے کریں گے جو زمین کو انصاف وعدل سے بھر دیگا جیسا انہوں نے اس کو ظلم سے بھرا تھا جس کو یہ وقت ملے وہ ان کے پاس آئے اگرچہ برف پر گھسٹ کر آنا پڑے

یہ روایت بھی قابلِ استدلال ہے اس لئے کہ کسی نے بھی اس روایت پر موضوع ہونیکا حکم نہیں لگایا۔ "ما تمس اليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة" میں علامہ عبدالرشید نعمانی نے ان سب احادیث کو جمع کیا ہے کہ جن پر موضوع ہونے کا حکم کسی نے بھی لگایا ہے ان میں یہ روایت نہیں ہے۔ اب اس کے بعد اس روایت کے راویوں پر ہم انفراداً جرح و تعدیل کے اقوال نقل کرتے ہیں

(۱) عثمان بن ابی شیبہ: ان کا نام عثمان بن محمد بن ابراہیم ہے۔
تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے ثقةٌ حافظٌ شهيرٌ۔
(تقریب التہذیب ص۲۳۳ و ص۲۳۴)

اور ان کے نام پر حافظ نے خ م د س ق کی علامتیں بنائی ہیں۔
یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

(۲) معاویہ بن ہشام: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں فرمایا ہے کہ صدوق اور انکے نام پر بخ م ۴ کی علامتیں بنائی ہیں۔ (تقریب ص۳۴۲) یعنی امام بخاریؒ نے ادب المفرد میں اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اور ابن ماجہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی میں، ان محدثین نے انکی روایتیں نقل کی ہیں جس سے ان کا قابلِ اعتبار ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۳) علی ابن صالح بن صالح کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ثقةٌ عابدٌ (تقریب ص۲۴۳) اور ان کے نام پر بخ م ۴ کے نشانی بنائی ہے۔ یعنی یہ مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

(۴) یزید بن ابی زیاد کے متعلق حافظ نے تقریب میں فرمایا: ثقة (تقریب ص۳۸۲) اور انکے نام پر خ ت

اس کے بعد ابراہیم نخعیؒ اور علقمہ جو مشہور ائمہ حدیث اور ثقہ ہیں

(۱۴) ابو سعید خدری کی روایت جو پہلے ابوداؤد، ترمذی اور جمع الفوائد کے حوالے سے نقل ہو چکی ہے۔ ابن ماجہ میں بھی مندرجہ ذیل سند کیساتھ مروی ہے:

حدثنا نصر بن علي الجهضمي حدثنا محمد بن مروان العقيلي حدثنا عمارة بن ابي حفصة عن زيد العمي عن ابي الصديق الناجي عن ابي سعيد الخدري ان النبي صلى الله عليه وسلم قال يكون في امتي المهدي. الحديث (ابن ماجہ ص۳۰۰)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں مہدی ہوں گے

یہ روایت بھی کم از کم یہ کہ موضوع نہیں ہے جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہو کہ یہ حدیث بھی ان احادیث میں مذکور نہیں ہے کہ جن پر وضع کا قول کیا گیا ہے۔ اور سب تحریر کہ ترمذی، ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں اس کے متابعات منقول ہیں۔ کما مر (ترمذی ص۴۶ ج۲ ابوداؤد ص۲۳۲ ج۲)

اور اب اس کے رواۃ پر انفراداً بحث کی جاتی ہے۔

(۱) نصر بن علی الجهضمی: ان کے متعلق حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں فرمایا ہے ثقةٌ ثبتٌ ص۳۵۷ نیز ان پر ع کی علامت بنائی ہے یعنی یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں یعنی سب کے نزدیک قابلِ اعتبار ہیں۔

(۲) محمد بن مروان العقیلی: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ صدوقٌ ص۳۱۸ اور ان پر ق کی علامت بنائی ہے یعنی ابن ماجہ کے راوی ہے۔

(۳) عمارة بن ابی حفصة: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ ثقةٌ (تقریب التہذیب ص۲۵۱) یعنی ثقہ ہے۔

نیز ان پر خ اور ۴ کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابوداؤد کے راوی ہیں۔

(۴) زید العمی: ان کے متعلق اگرچہ حافظ نے ضعیفؒ لکھا ہے لیکن طبقہ خامسہ کے راوی ہیں جن کی احادیث مقبول ہیں نیز یہ کہ متابعات کی وجہ سے ضعف منجبر ہوگیا ہے۔ نیز ان پر حافظ ابن حجر نے ع کی علامت بنائی ہے جو اس کی علامت ہے کہ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور سب کے نزدیک قابل اعتبار ہیں

(۵) ابو الصدیق الناجی: ان کا نام بکر بن عمرو ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ثقہؒ ص ۴۷ نیز ان کے نام پر ع کی علامت لکھی ہے یعنی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے روایت کے راویوں کے ثقہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ ہم اس روایت کی صحت کا جزم نہیں کرسکتے۔ کیونکہ بقول محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ ہم اس منصب کے اہل نہیں کما قال فی تقریظ علی ولایت علی للعلی شاہ بخاری۔ لیکن کم از کم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ روایت بہرحال موضوع یا ضعیف نہیں بلکہ محدثین کے نزدیک قابل اعتبار ہے

(۱۵) ابن ماجہ میں حضرت ثوبان کی حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے

حدثنا محمد بن یحیی و احمد بن یوسف قالا حدثنا عبد الرزاق عن سفیان الثوری عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن ابی اسماء الرحبی عن ثوبان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقتتل عند کنزکم ثلاثة

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے خزانے کے پاس تین آدمی لڑیں گے ان میں سے ہر ایک خلیفہ کا لڑکا ہوگا لیکن وہ خزانہ ان تینوں میں سے ایک کا بھی نہیں ہوگا

کلهم ابن خلیفة ثم لا یصیر الی واحد منهم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتله قوم ثم ذکر شیئا لا احفظه فقال فاذا رأیتموه فبایعوه ولو حبوا علی الثلج فانه خلیفة الله المهدی۔

(سنن ابن ماجة ص ۳۰۰)

پھر مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے آئیں گے وہ تم سے ایسی لڑائی لڑیں گے کہ اس سے پہلے کسی قوم نے تم سے ایسی لڑائی نہیں لڑی ہوگی پھر کچھ بات کی جو کہ راوی کو یاد نہیں رہی۔ پھر فرمایا کہ جب تم اس کو دیکھو تو اس کی بیعت کرو اگرچہ تمہیں برف پر گھسٹ کر ان کے پاس آنا پڑے اس لئے کہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

یہ روایت بھی موضوع اور ضعیف نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو کسی نے بھی ابن ماجہ کے موضوعات میں شمار نہیں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "ما تمس الیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجہ"۔ نیز یہ کہ اس کے متابعات ابوداؤد میں کتاب المہدی ص ۲۳۲ ج ۲ میں موجود ہیں، نیز مستدرک حاکم میں ص ۵۰۲ ج ۴ پر اس کا متابع موجود ہے اور دوسرے صحابہؓ کی احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اس روایت کے رُواۃ کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) محمد بن یحییٰ: جو کہ ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں۔ محمد بن یحییٰ کے نام سے اگرچہ تقریب التہذیب میں کئی راوی ہیں لیکن ابن ماجہ کی علامت جس پر بنی ہے ان کا نام محمد بن یحییٰ بن ابی عمر العدنی ہے۔ حافظؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے صدوقؒ ص ۳۲۳ اگرچہ ابو حاتم کا قول بھی حافظؒ نے نقل کیا ہے۔ قال ابو حاتم کانت فیہ غفلۃ۔ لیکن ان کا متابع احمد بن یوسف موجود ہے، اور وہ ثقہ ہے۔

(۲) احمد بن یوسف بن خالد الازدی : حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ حافظٌ ثقةٌ صـ۱۸

(۳) عبدالرزاق سے عبد الرزاق بن الہمام مراد ہے۔ اس لئے کہ سفیان الثوری کے شاگرد وہی ہیں اور یہ ثقہ ہیں۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی صراحت کی ہے ملاحظہ ہو تقریب التہذیب صـ۲۱۳ ان کے متعلق اگرچہ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ وکان یتشیع۔ تقریب صـ۲۱۳۔ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ متقدمین کے نزدیک تشیع کا الگ مفہوم تھا۔ موجودہ زمانہ کے شیعہ کا عقیدہ مراد نہیں۔ جیسے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی صراحت کی ہے۔ ملاحظہ ہو تحفہ اثنا عشریہ صـ۷ وصـ۱۱ وصـ۱۸

نیز فیض الباری میں خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو فیض الباری صـ ج۔۱

نیز یہ کہ عبدالرزاق صحاح ستہ کے راوی ہیں کما صرح علیہ الحافظ ابن حجرؒ فی التقریب بعلامة ع

(۴) سفیان الثوری : ان کا نام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے کہ ثقةٌ حافظ فقیہٌ عابدٌ امامٌ حجةٌ من رؤس الطبقة السابعة صـ۱۲۸ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۵) خالد الحذاء : ان کا نام خالد بن مہران ہے ابو المنازل ان کی کنیت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے وھو ثقةٌ یرسل صـ۸۹ یعنی وہ ثقہ ہے، کبھی کبھی ارسال کرتے ہیں۔ نیز ان پر ع کی علامت بھی بنائی ہے۔ یعنی صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں

(۶) ابی اسماء الرحبی : ان کا نام عمرو بن مرثد ہے۔ اور ثقہ ہیں۔ تقریب التہذیب صـ۲۶۳

اس تفصیل سے بھی معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف نہیں ہے بلکہ قابل اعتبار ہے

(۱۶) حدثنا عثمان بن ابی شیبة حدثنا ابو داؤد الحفری حدثنا یاسین عن ابراھیم بن محمد بن الحنفیة عن ابیه عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المهدی من اهل البیت یصلحه اللہ فی لیلة۔ سنن ابن ماجہ صـ۳۰۰

یعنی مہدی اہل بیت سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو امارت کی صلاحیت ایک ہی رات میں دیں گے۔

علی کی یہ روایت مہدی کے متعلق ترمذی، ابو داؤد اور مستدرک حاکم میں بھی صحیح سندوں کے ساتھ مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو ترمذی صـ۴۶ ج۲ باب خروج المہدی ابو داؤد صـ۲۳۲ ج۲ کتاب المہدی، مستدرک حاکم صـ۵۵۴ ج۴ وصـ۵۵۸ ج۴

نیز اس کی صحت پر حاکم اور ذہبی دونوں متفق ہیں۔

اب اس روایت کے رُواۃ کی تفصیل ملاحظہ ہو:

(۱) عثمان بن ابی شیبة : ان کے متعلق تفصیل پہلے گذر چکی ہے ملاحظہ ہو تقریب صـ۲۳۵ وصـ۲۳۶

نیز بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں کما صرح به الحافظ فی التقریب صـ۲۳۵

(۲) ابو داؤد الحفری : ان کا نام عمرو بن سعد ہے۔ تقریب صـ۲۶۲ اور ان پر کوئی جرح نہیں ہے۔

ولایت ڈاٹ نیٹ

(۳) یاسین : ان کا نام یاسین بن شیبان ہے۔
تقریب التہذیب میں حافظؒ نے ان کے نام پر ق کی علامت بنائی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ لا باس بہ۔ تقریب ص۳۷۶۔

(۴) ابراھیم بن محمد بن الحنفیۃ : ان کے متعلق حافظؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ صدوقؒ۔ اور ان کے نام پر ت عس اور ق کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی کے مسند علی کا راوی اور قابلِ اعتبار ہے۔

(۵) محمد بن علی جو ابن الحنفیۃ : سے مشہور ہیں۔ مشہور تابعی زاہد اور فتنہ سے الگ رہنے والے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص۳۱۷۔ اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(۱۷) حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا احمد بن عبد الملک حدثنا ابو الملیح الرقی عن زیاد بن بیان عن علی بن نفیل عن سعید بن المسیب قال کنا عند ام سلمۃؓ فتذاکرنا المھدی فقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المھدی من ولد فاطمۃ (سنن ابن ماجہ ص۳۰۰)

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے آپس میں مہدی کے متعلق ذکر کیا تو ام سلمہؓ کہنے لگیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا

یہ روایت بھی ضعیف نہیں۔ مستدرک حاکم، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں مذکور ہے۔ رُواۃ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) ابو بکر بن ابی شیبۃ : ان کا نام عبداللہ بن محمد ہے اور یہ عثمان بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔ حافظؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ ثقۃٌ حافظٌ صاحبُ تصانیف۔ تقریب ص۱۸۹
نیز ان پر خ م د س ق کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی بخاری، مسلم ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں یعنی ان سب کے نزدیک قابلِ اعتبار اور ثقہ ہیں۔

(۲) احمد بن عبد الملک : یہ بھی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ ثقۃٌ تُکُلِّمَ فیہ بلا حجۃٍ (تقریب ص۱۳۷) یعنی ثقہ ہیں۔ اور جن لوگوں نے ان پر جرح کی ہے وہ بلا دلیل ہے

(۳) ابو الملیح الرقی : ان کا نام حسن بن عمر یا عمرو ہے ثقہ ہیں۔ اور بخاری ابوداؤد، نسائی و ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص۷۱

(۴) زیاد بن بیان : یہ بھی ثقہ ہیں۔ اور ابوداؤد و ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔ ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص۱۰۹

(۵) علی بن نفیل : ان کے متعلق حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ لا باس بہ ص۲۴۹

(۶) سعید بن مسیب : مشہور تابعی اور امام جو توثیق سے مستغنی ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابلِ اعتبار ہے۔

(۱۸) حدثنا ھدیۃ بن عبد الوھاب حدثنا سعد بن عبد الحمید بن جعفر عن علی بن زیاد الیمامی عن عکرمۃ بن عمار عن اسحق بن عبد اللہ بن ابی طلحۃ عن انس بن مالک

ولایت ڈاٹ نیٹ

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن ولد عبد المطلب سادۃ اہل الجنۃ انا وحمزۃ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمہدی (سنن ابن ماجۃ ص۳۰۰)

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد جنت کے سردار ہوں گے۔ یعنی میں حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی۔

یہ روایت بھی ابن ماجہ کے موضوعات میں شامل نہیں ہے۔ نیز اس کے متابعات اور شواہد موجود ہیں۔ اس روایت کے رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ھدیہ بن عبدالوہاب: یہ صرف ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ اور حافظ نے تقریب میں لکھا ہے کہ صدوق ص۳۶۲ یعنی ثقہ ہیں

(۲) سعد بن عبدالحمید بن جعفر: حافظ نے لکھا ہے کہ صدوق یعنی صادق تھے۔ تقریب ص۱۱۹ یہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی ہیں اور ضعیف ہیں لیکن دوسرے شواہد کی وجہ سے روایت بہرحال قابل اعتبار ہے۔

(۳) عکرمہ بن عمار: حافظ نے لکھا ہے کہ صدوق یعنی صادق اور سچے تھے۔ تقریب ص۲۴۲۔ نسائی ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ نیز بخاری نے بھی ان سے تعلیقاً روایت نقل کی ہے کما صرح بہ الحافظ ص۲۴۲ تقریب التھذیب

(۴) اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ: یہ بھی ثقہ ہیں۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ ثقۃ حجۃ ص۲۹

اس تفصیل سے بھی معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قابل اعتبار ہے۔

(۱۹) حدثنا حرملۃ بن یحییٰ المصری وابراہیم بن سعید الجوھری قالا حدثنا ابو صالح عبد الغفار بن داؤد الحرانی قال حدثنا ابن

لھیعۃ عن ابی زرعۃ عمرو بن جابر الحضرمی عن عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق فیوطئون للمہدی یعنی سلطانہ (سنن ابن ماجۃ ص۳۰۰)

یعنی مشرق کی طرف سے لوگ نکلیں گے اور مہدی کی تائید کرکے ان کی حکومت قائم کریں گے۔

یہ حدیث بھی قابل اعتبار ہے کیونکہ کسی نے اس کو موضوع نہیں کہا ہے۔ رواۃ کی تفصیل یہ ہے:

(۱) حرملۃ بن یحییٰ بن حرملۃ: حافظؒ نے لکھا ہے کہ صدوق تقریب ص۶۶، مسلم، نسائی، ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہیں۔

(۲) ابراھیم بن سعید الجوھری: حافظؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ حافظ ثقۃ تکلم فیہ بلا حجۃ ص۱۴ یعنی ثقہ اور حافظ ہیں جن لوگوں نے جرح کی ہے بلا حجت ہے

(۳) عبد الغفار بن داؤد الحرانی ابو صالح: حافظؒ نے لکھا ہے کہ ثقۃ فقیہ، بخاری، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں (تقریب التھذیب ص۲۱۹)

(۴) ابن لھیعہ: عبداللہ بن لھیعہ ان کا نام ہے۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ اگرچہ ان کی کتابیں جل جانے کے بعد ان کی روایتوں میں خلط آیا لیکن کذاب نہیں ہیں۔ خصوصاً جب ان کی روایت کی تائید دوسری روایتوں سے ہوتی ہے تو اعتبار کیا جائے گا۔ (تقریب ص۱۸۶)

(۵) ابو زرعہ عمرو بن جابر الحضرمی : یہ ضعیف ہے اور شیعہ بھی ہے لیکن دوسری صحیح روایات سے اس کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت بھی قابلِ اعتبار ہے۔

اب ہم اس مسئلے کے لئے مستدرک حاکم کی کچھ روایتیں نقل کرتے ہیں

(۲۰) حدثنا ابو محمد احمد بن عبد اللہ المزنی حدثنا زکریا بن یحییٰ الساجی حدثنا محمد بن اسماعیل بن ابی سمینۃ حدثنا الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل یقال لہ السفیانی فی عمق دمشق و عامۃ من یتبعہ من کلب فیقتل حتی یبقر بطون النساء و یقتل الصبیان فتجمع لھم قیس فیقتلھا حتی لا یمنع ذنب تلعۃ و یخرج رجل من اھل بیتی فی الحرۃ فیبلغ السفیانی فیبعث لہ جندا من جندہ فیھزمھم فیسیر الیہ السفیانی بمن معہ حتی اذا صار ببیداء من الارض خسف بھم فلا ینجوا منھم الا المخبر عنھم۔ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ (المستدرک علی الصحیحین ص۵۲۰ ج۴)

اسی طرح تلخیص المستدرک میں ذھبیؒ نے اس حدیث کو علی شرط الشیخین مانا ہے۔

حضرت ابوھریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی دمشق کے درمیان سے نکلے گا جس کو سفیانی کہا جائیگا اس کے تابعداری

کرنے والے قبیلہ کلب کے لوگ ہوں گے وہ لوگوں کو قتل کرے گا یہاں تک کہ عورتوں کے پیٹ چاک کریگا اور بچوں کو قتل کرے گا۔ قبیلہ قیس کے لوگ ان کے مقابلے میں جمع ہو جائیں گے وہ ان کو بھی قتل کر دیگا یہاں تک کہ کوئی باقی نہیں رہیگا اور میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نکلے گا (یعنی مہدی) حرہ کے مقام پر سفیانی اس کے مقابلے کے لئے فوج بھیجے گا مہدی ان کو شکست دیگا پھر سفیانی خود اپنے سب لشکر کو لیکر اس کے مقابلے کے لئے آئے گا یہاں تک کہ جب وہ بیداء کے مقام تک پہنچے گا تو زمین ان کو نگل لیگی ان میں سے کوئی باقی نہیں رہیگا۔

اس روایت کی طرف امام ترمذیؒ نے بھی ص۴۲ ج۲ میں اشارہ کیا ہے اس روایت میں اگرچہ امام مھدی کے نام کی صراحت نہیں ہے لیکن ایک تو یہ کہ حضرت ابوھریرہؓ کی دوسری روایات میں نام کی صراحت موجود ہے اور ساتھ ہی صفات مذکورہ موجود ہیں۔

نیز یہ بھی کہ محدثین نے اس سے مراد مھدی ہی لیا ہے

(۲۱) اخبرنی احمد بن محمد بن سلمۃ العنزی حدثنا عثمان بن سعید الدارمی حدثنا سعید بن ابی مریم انبأنا نافع بن یزید حدثنی عیاش بن عباس ان الحارث بن یزید حدثہ انہ سمع عبد اللہ بن زریر الغافقی یقول سمعت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول ستکون فتنۃ یحصل الناس منھا کما یحصل الذھب فی المعدن فلا تسبوا اھل الشام و سبوا ظلمتھم فان فیھم الابدال وسیرسل اللہ الیھم سیبا من السماء فیغرقھم حتی لو

ولایت ڈاٹ نیٹ

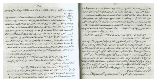

شو د تا وقتیکہ تعقبات وتحقیقات مرا نہ بیند صفحہ ۱۰۹ وصفحہ ۱۱۰

یعنی ذھبی نے کہا ہے کہ جب تک میری گرفت اور بحث نہ دیکھی جائے حاکم کی تصحیح پر مغرور نہ ہونا چاہئے۔ یعنی دونوں کا قول جب متفق ہو جاتا ہے تو پھر وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔

مذکورہ احادیث میں کچھ تو صحیح ہیں اور کچھ درجۂ حسن کی ہیں، ضعیف کوئی بھی نہیں۔ لیکن اگر ضعیف ہو بھی تو بھی تعددِ طرق کی وجہ سے وہ صحیح ہو جاتی ہیں۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ وبکثرۃ طرقہ یصحّح۔

(شرح نخبہ صفحہ ۳۵)

یعنی کثرتِ طرق کی وجہ سے حدیث درجۂ صحت تک پہنچتی ہے۔

(۲۶) اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن قتادۃ یرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون اختلاف عند موت خلیفۃ فیخرج رجل من المدینۃ فیأتی مکۃ فیستخرجہ الناس من بیتہ وھو کارہ فیبایعونہ بین الرکن والمقام فیبعث الیہ جیش من الشام حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بھم فیأتیہ عصائب العراق وابدال الشام فیبایعونہ فیستخرج الکنوز ویقسم المال ویلقی الاسلام بجرانہ الی الارض یعیش فی ذلک سبع سنین او قال تسع سنین۔

(مصنف عبد الرزاق صفحہ ۳۷۱ ج ۱۱ باب المھدی حدیث نمبر ۲۰۷۶۹)

یہ روایت پہلے ابوداؤد کے حوالہ سے گذر چکی ہے، وہاں ہم اس کا ترجمہ بھی کر چکے ہیں اور اس کی صحت کے متعلق بھی مختصر کلام ہو چکا ہے۔

نیز اس روایت کی صحت کو امام ھیثمی نے بھی مجمع الزوائد میں تسلیم کیا ہے۔

جیسا کہ علامہ حبیب الرحمن اعظمی نے مصنف عبد الرزاق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ واخرجہ الطبرانی ایضاً قال الھیثمی رجالہ رجال الصحیح صفحہ ۳۱۵ ج ۷ ، نقلاً عن تعلیق مصنف عبد الرزاق صفحہ ۳۷۱ ج ۱۱

(۲۷) اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن ابی ھارون عن معاویۃ بن قرۃ عن ابی الصدیق الناجی عن ابی سعید الخدریؓ قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاءً یصیب ھذہ الامۃ حتی لا یجد الرجل ملجأً یلجأ الیہ من الظلم فیبعث اللہ رجلاً من عترتی من اھل بیتی فیملأ بہ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً یرضی عنہ ساکن السماء وساکن الارض لا تدع السماء من قطرھا شیئاً الا صبتہ مدراراً ولا تدع الارض من مائھا شیئاً الا اخرجتہ حتی تتمنی الاحیاء الاموات یعیش فی ذلک سبع سنین او ثمان او تسع سنین۔

حدیث نمبر ۲۰۷۷۰، مصنف عبد الرزاق صفحہ ۳۷۲ ج ۱۱

یہ حدیث پہلے ابوداؤد و ابن ماجہ کے حوالہ سے گذر چکی ہے اور مستدرک حاکم میں بھی ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ علامہ حبیب الرحمن اعظمی مدظلہ اس حدیث پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

حدیث ابی سعید روی من غیر وجہ کما قال الترمذی فراجع الترمذی صفحہ ۴۶ ج ۲ وابن ماجۃ صفحہ ۳۱۰ والزوائد للھیثمی و اما بھذا اللفظ فاخرجہ الحاکم فی المستدرک۔

نوٹ: اس حدیث کا ترجمہ بھی گذر چکا ہے۔

(۲۸) اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی الجلد قال تکون فتنۃ ثم تتبعھا اخری لا تکن الاولی

فی الآخرۃ الاکثرۃ السوط تتبعہ ذباب السیف ثم تکون فتنۃ لا یبقی للہ محرم الا استحل ثم یجتمع الناس علی خیرھم رجلاً تأتیہ امارتہ ھنیئا وھو فی بیتہ۔

مصنف عبد الرزاق ص۳۷۲ ج ۱۱ حدیث نمبر ۲۰۷۷۱

ترجمہ یہ ہے کہ تین بڑے فتنے ہوں گے اس کے بعد چوتھا بہت بڑا فتنہ ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ کی سب حرام کردہ چیزوں کو حلال بنایا جائیگا اس کے بعد لوگ ایک بہتر اور بزرگ آدمی یعنی مہدی پر جمع ہو جائیں گے اس کے پاس امارت آسانی سے آئے گی یعنی خود بخود، جبکہ وہ گھر میں بیٹھا ہوگا۔

اس حدیث کے راوی سب کے سب ثقہ ہیں۔

(۲۹) اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن مطر عن رجل عن ابی سعید الخدریؓ قال ان المھدی اقنی اجلی۔

(مصنف عبد الرزاق ص۳۷۲ ج ۱۱)

یہ حدیث بھی ابو داؤد کے حوالہ سے پہلے مع ترجمہ گذر چکی ہے۔

اس حدیث میں باقی راوی تو ثقہ ہیں سوائے اس کے کہ ایک آدمی مجہول ہے لیکن جیسے کہ پہلے ہم عرض کر چکے ہیں کہ دوسری روایات اسکی متابع اور مؤید موجود ہیں۔ اس لئے یہ روایت قابل اعتبار ہے۔

(۳۰) اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن سعید الجریری عن ابی نضرۃ عن جابر بن عبد اللہ قال یکون علی الناس امام لا یعدھم الدراھم ولکن یحثو۔ مصنف عبد الرزاق ص۳۷۲ ج ۱۱ حدیث ۲۰۷۷۰

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

علامہ حبیب الرحمن اعظمی مدظلہ نے مصنف عبد الرزاق کے حاشیے میں لکھا ہے کہ اخرجہ البزار ومسلم ص۳۲۵ ج ۲ من حدیث ابی سعید وجابر جمیعًا۔ (مصنف ص۳۷۲ ج ۱۱)

ہاں یہ حدیث موقوف ہے لیکن یہ بات محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ غیر مدرک بالقیاس مسائل میں قول صحابی مرفوع حدیث کے حکم میں ہے خصوصًا جبکہ یہ حدیث ابو سعید خدریؓ سے مرفوع بھی منقول ہے۔

اس حدیث میں بھی اگرچہ نام کی صراحت موجود نہیں ہے لیکن امام عبد الرزاق اور مسلم وغیرہما کا اس کو خروج مہدی کے باب میں نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں امام کے لفظ سے مہدی ہی مراد ہیں۔

۳۱ اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن ابن طاوس عن علی بن عبد اللہ بن عباس قال لا یخرج المھدی حتی تطلع مع الشمس آیۃ۔ (مصنف عبد الرزاق ص۳۷۳ ج ۱۱)

یعنی مہدی اس وقت تک ظاہر نہیں ہوں گے جب تک سورج کیساتھ کسی نشانی کا طلوع نہ ہو۔

یہ روایت بھی صحیح ہے اور اس کے رُواۃ قابلِ اعتبار ہیں۔

عبد الرزاق اور معمر تو بخاری اور مسلم کے مشہور راوی ہیں۔ علی بن عبد اللہ بن عباسؓ کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التھذیب میں لکھا ہے کہ ثقۃٌ عابدٌ ص۲۴۷، نیز ان پر خ م عد کی علامتیں بنائی ہیں۔ یعنی مسلم، بخاری کے ادب المفرد اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ اور ابن طاوس کا نام عبد اللہ بن طاوس ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں ان کے متعلق لکھا ہے ثقۃٌ عابدٌ فاضلٌ ص۱۷۷ یعنی ثقہ اور قابلِ اعتبار ہیں۔

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن مرسل جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی جب مرفوع سے تائید ہو جائے تو پھر حجت ہے۔ جیسے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں لکھا ہے

وقال بعض الائمة المرسل صحيح يحتج به وهو مذهب ابي حنيفة ومالك واحمد في روايته المشهورة حكاه النووي وابن القيم وابن كثير وغيرهم وجماعة من المحدثين وحكاه النووي في شرح المهذب عن كثير من الفقهاء ونقله الغزالي عن الجماهير (مقدمه فتح الملهم ص۳۳ ج۱)

یعنی بعض ائمہ نے کہا ہے کہ مرسل حدیث حجت ہے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور مشہور روایت کے مطابق امام احمدؒ کا مذہب ہے۔ جیسے کہ امام نوویؒ، امام ابن قیمؒ اور ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے اور نوویؒ نے شرح مہذب میں اس کو بہت سے فقہاء سے اور امام غزالی نے جمہور سے نقل کیا ہے۔

اسی طرح اس روایت کی تائید ہماری نقل کردہ مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ تو پھر امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حجت ہوگی۔ جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ:

وثانيهما وهو قول المالكيين والكوفيين يقبل مطلقا وقال الشافعي يقبل ان اعتضد بمجيئه من وجه اخر يباين الطريق الاولى مسندا كان او مرسلا ليترجح احتمال كون المحذوف ثقة في نفس الامر ص۵۵۔

یعنی امام احمد بن حنبل کا قول ثانی اور مالکیہ اور کوفیین یعنی امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل حجت ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب دوسری سند سے اس کی تائید ہو جائے تو پھر حجت ہوگی چاہے دوسری سند مسند ہو یا مرسل۔

(۳۲) اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن ايوب او غيره عن ابن سيرين قال ينزل ابن مريم عليه لامتان ممصرتان بين الاذان والاقامة فيقولون له تقدم فيقول بل يصلي بكم امامكم انتم امراء بعضكم على بعض۔ (مصنف عبد الرزاق ص۳۹۹ ج۱۱)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور ان کے اوپر دو زرد قسم کے کپڑے ہوں گے اذان اور اقامت کے درمیان کا وقت ہوگا، لوگ ان سے کہیں گے کہ نماز کے لئے آگے آجائیے وہ فرمائیں گے کہ نہیں تم اس امت کے لوگ ایک دوسرے کے امام ہو تمہارا امام نماز پڑھائے۔

اس حدیث میں جو امام نماز پڑھائیں گے وہ امام مہدی ہوں گے جیسے کہ مصنف عبد الرزاق میں اس روایت کے بعد دوسری روایت ہے کہ:

اخبرنا عبد الرزاق عن معمر قال كان ابن سيرين يرى انه المهدي الذي يصلي وراءه عيسى ص۳۹۹ ج۱۱

یعنی عیسیٰ علیہ السلام جس امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے وہ امام مہدی ہوں گے۔

یہ روایت صحیح ہے۔ علامہ حبیب الرحمن اعظمی مدظلہ اس روایت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ: اخرج بعض معناه البخاري ص۳۴۲ ج۶ ومسلم من حديث ابي هريرة واحمد من حديث جابر وبعضه مسلم من حديث جابر ۸۶/۱۲

یعنی اس روایت کے کچھ حصوں کی تخریج بخاری نے کی ہے۔ اور مسلم اور مسند احمد میں بھی روایت موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

(۳۳) اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن نافع مولى ابي قتادة عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

كيف بكم اذا نزل فيكم ابن مريم حكماً فامكم او قال امامكم منكم

(مصنف عبد الرزاق ص۳۹۹)

یعنی کیسے ہو گے تم جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام فیصلہ والے بنکر اتریں گے اور تمہارا امام تم ہیں سے ہوگا۔

اس روایت میں امام سے مراد امام مہدی ہیں۔ جیسے کہ اس سے پہلے ابن سیرین کا قول مصنف عبد الرزاق کے حوالے سے گذر چکا۔ ملاحظہ ہو مصنف عبد الرزاق ص۳۹۹ ج ۱۱

نیز یہ روایت بھی صحیح ہے کیوں کہ بخاری و مسلم دونوں نے اس کی تخریج کی ہے۔ جیسے مصنف عبد الرزاق کے محشی علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی نے لکھا ہے اخرجه الشيخان لفظ البخاری و مسلم امامكم منكم ص۳۹۹ ج ۱۱

یعنی یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی مروی ہے اور بخاری و مسلم دونوں میں لفظ وامامكم منكم مروی ہے

(۳۴) حدثنا عمرو الناقد وابن ابی عمرو واللفظ لعمرو قالا حدثنا سفيان بن عيينة عن امية بن صفوان سمع جده عبد الله بن صفوان يقول اخبرتنی حفصة انها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ليؤمن هذا البيت جيش يغزونه حتى اذا كانوا ببيداء من الارض يخسف باوسطهم وينادی اولهم آخرهم ثم يخسف بهم فلا يبقى الا الشريد الذی يخبر عنهم فقال رجل اشهد عليك انك لم تكذب على حفصة واشهد على حفصة انها لم تكذب على النبی صلى الله عليه وسلم۔ الصحيح لمسلم ص۳۸۸ ج ۲

(۳۵) وحدثنی محمد بن حاتم بن ميمون حدثنا الوليد بن صالح

حدثنا عبيد الله بن عمرو انبأنا زيد بن ابی انيسة عن عبد الملك العامری عن يوسف بن ماهك قال اخبرنی عبد الله بن صفوان عن ام المؤمنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال سيعوذ بهذا البيت يعنی الكعبة قوم ليست لهم منعة ولا عدد ولا عدة يبعث اليهم جيش حتى اذا كانوا ببيداء من الارض خسف بهم قال يوسف و اهل الشام يومئذ يسيرون الى مكة فقال عبد الله بن صفوان اما والله ما هو بهذا الجيش الذی ذكره عبد الله بن صفوان۔ مسلم ص۳۸۸ ج ۲

ان دونوں روایتوں کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک لشکر بیت اللہ کا قصد کرے گا اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو بیداء کے مقام پر زمین دھنسا دیں گے آگے عبد اللہ بن صفوان فرماتے ہیں کہ اس سے شامیوں کا وہ لشکر مراد نہیں جو عبد اللہ بن زبیر کے دور میں بیت اللہ کے پاس ان سے مقابلے کے لئے آئے گا

ان دونوں روایتوں میں اگرچہ مہدی کی صراحت نہیں ہے لیکن ان دونوں صحیح روایتوں میں وہ صفات مذکور ہیں جو مہدی کے نام کے ساتھ صراحت سے احادیث میں ذکر ہیں جس سے صرف اتنا ثابت کرنا مقصود ہے کہ مہدی کے متعلق وہ روایتیں جو پہلے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے گذر چکی ہیں وہ بے اصل نہیں۔ بلکہ ان کی مؤید روایتیں مسلم میں بھی موجود ہیں۔ نیز یہ کہ مسلم میں ان روایتوں کے بعد جو روایت مروی ہے جس کو ہم آگے چل کر نقل کریں گے، اس میں رجل من قریش کے الفاظ موجود ہیں جس سے محدثین کی تصریح کے مطابق مہدی ہی مراد ہے۔ تو گویا ان حدیثوں کا تعلق بھی ظہور مہدی کے ساتھ ہے۔ نیز یہ کہ حدیث کے ساتھ .....

ولایت ڈاٹ نیٹ

تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ امام مسلمؒ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مبہم روایتوں کو پہلے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد اس روایت کی تشریح کے دوسری روایتیں نقل کرتے ہیں۔ اور ان روایتوں کے بعد امام مسلمؒ نے رجلٌ من قریش والی روایت نقل کی ہے جس میں گویا اس طرف اشارہ ہے کہ ان روایتوں کا تعلق بھی ظہور مہدی ہی سے ہے۔

(۳۶) حدثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدثنا یونس بن محمد حدثنا القاسم بن الفضل الحرانی عن محمد بن زیاد عن عبد الله بن الزبیر ان عائشة قالت عبث رسول الله صلی الله علیه وسلم فی منامه فقلنا یا رسول الله صنعت شیئاً فی منامك لم تکن تفعله فقال العجب ان ناساً من امتی یؤمّون البیت برجل من قریش قد لجأ بالبیت حتی اذا کانوا بالبیداء خسف بهم فقلنا یا رسول الله ان الطریق قد یجمع الناس قال نعم فیهم المستبصر والمجبور وابن السبیل یهلکون مهلکاً واحداً ویصدرون من مصادر شتی یبعثهم الله علی نیاتهم۔ (مسلم ص۳۸۸ ج ۲)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں ہل گئے اور مضطرب ہوئے تو ہم نے پوچھا کہ آج آپؐ نے ایسا کام کیا کہ جو آپؐ نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا فرمایا کہ ہاں تعجب ہے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ قریش کے ایک آدمی کو قتل کرنے کے لئے بیت اللہ کا قصد کریں گے جبکہ اس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوگی یہاں تک کہ یہ لشکر جب بیداء تک پہنچے گا تو زمین میں دھنس جائے گا۔

اب اس حدیث میں رجلٌ من قریش سے مراد مہدی ہیں۔ اس لئے

کہ عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے جو لشکر آیا تھا وہ تو زمین میں نہیں دھنسا۔ تاریخ اس کی گواہ ہے۔ نیز لشکر کی یہ صفات ان احادیث میں مروی ہیں جس میں مہدی کے نام کی صراحت بھی ہے اور ان احادیث کو محدثین نے خروجِ مہدی کے ابواب میں نقل بھی کیا ہے تو معلوم ہوا کہ قریش کے اس آدمی سے مراد مہدی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳۷) حدثنا زهیر بن حرب وعلی بن حجر واللفظ لزهیر قالا حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم عن الجریری عن ابی نضرة قال کنا عند جابر بن عبد الله فقال یوشك اهل العراق ان لا یجیئ الیهم قفیزٌ ولا درهم قلنا من این ذاك قال من قبل العجم یمنعون ذاك ثم قال یوشك اهل الشام ان لا یجیئ الیهم دینارٌ ولا مدی قلنا من این ذاك قال من قبل الروم ثم سکت هُنَیّة ثم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یکون فی آخر امتی خلیفة یحثی المال حثیاً ولا یعده عدداً قال قلت لابی نضرة وابی العلاء اتریان انه عمر بن عبد العزیز فقال لا (الصحیح لمسلمؒ ص۳۹۵ ج ۲)

یعنی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، قریب ہے کہ اہل عراق کے پاس نہ درہم و دینار آئیں گے نہ کچھ غلہ کسی نے پوچھا کہ یہ مصیبت کس کی طرف سے آئے گی کہا کہ عجم کی طرف سے پھر فرمایا کہ قریب ہے کہ اہل شام کی بھی یہی حالت ہوگی تو کسی نے پوچھا کہ یہ کس کی طرف سے، کہا کہ اہل روم کی طرف سے۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال کو بغیر گنے تقسیم کریگا جریری کہتے ہیں کہ میں نے ابونضرہ اور ابوالعلاء

ولایت ڈاٹ نیٹ

سے پوچھا کہ کیا اس خلیفہ سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں تو فرمایا کہ نہیں۔

اس حدیث میں بھی خلیفہ سے محدثین کی تصریحات کے مطابق مہدی مراد ہیں۔ کیوں کہ اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ نے مہدی کے صفات میں خروج مہدی کے باب میں ذکر کیا ہے۔

(۳۸) حدثنا نصر بن علی الجهضمی حدثنا بشر یعنی ابن المفضل ح وحدثنا علی بن حجر حدثنا اسماعیل یعنی ابن عُلیة کلاهما عن سعید بن یزید عن ابی نضرة عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من خلفائکم خلیفة یحثو المال حثیاً ولا یعده عدداً وفی روایة ابن حجر یحثی المال (صحیح مسلم ص۳۹۵ ج۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے خلفاء میں ایک خلیفہ ہوں گے جو مال کو بغیر گنے تقسیم کریں گے۔ اس حدیث میں بھی سابق تفصیل کے مطابق خلیفہ سے مراد مہدی ہیں۔

(۳۹) وحدثنی زهیر بن حرب حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث حدثنا ابی حدثنا داؤد عن ابی نضرة عن ابی سعید وجابر بن عبد الله قالا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یکون فی آخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعده (مسلم ص۳۹۵ ج۲)

اس حدیث کا بھی وہی مطلب ہے جو گذشتہ حدیثوں کا تھا۔

اس حدیث میں بھی خلیفہ سے مراد مہدی ہیں۔ کما بیناہ۔

(۴۰) حدثنی حرملة بن یحیی قال اخبرنا ابن وهب قال اخبرنی یونس عن ابن شهاب قال اخبرنی نافع مولی ابی قتادة الانصاری ان

اباهریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ (صحیح مسلم ص۸۷ ج۱)

یعنی کیا حال ہوگا تمہارا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی سے ہوگا۔

تمہارا امام تم میں سے ہوگا اس سے مراد مہدی ہیں جیسے کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح نے فتح الملہم میں لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الملہم ص۳۰۳ ج۱

(۴۱) حدثنا الولید بن شجاع وهارون بن عبد الله وحجاج بن الشاعر قالوا حدثنا حجاج وهو ابن محمد عن ابن جریج قال اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابر بن عبد الله یقول سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیمة قال فینزل عیسی بن مریم صلی الله علیه وسلم فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هذه الامة (مسلم ص۸۷ ج۱)

یعنی حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے کہ ہمیشہ میری امت میں ایک جماعت حق کے لئے لڑتی رہے گی اور وہ غالب رہیگی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے تو مسلمانوں کے امیر ان سے عرض کریں گے کہ آئیے نماز پڑھایئے وہ فرمائیں گے کہ نہیں اس امت کے لوگ خود بعض بعض کے لئے امام اور امیر ہیں

اس حدیث میں بھی مسلمانوں کے امیر سے مراد مہدی ہیں۔ جیسے کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح نے فتح الملہم میں لکھا ہے کہ قوله فیقول امیرهم الخ هو امام المسلمین المهدی الموعود المسعود۔

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم ص۳۰۳ ج۱)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ سب احادیث جن میں امیر یا خلیفہ کا لفظ مبہم مذکور ہے ان سے مراد مہدی ہیں۔

(۴۲) ابشروا بالمهدی رجل من قریش من عترتی یخرج فی اختلاف من الناس وزلزال فیملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً ویرضی ساکن السماء وساکن الارض ویقسم المال صحاحاً بالسویة ویملأ قلوب امة محمد غنی ویسعهم عدله حتی انه یأمر منادیاً ینادی من له حاجة الی فما یأتیه احد الا رجل واحد یأتیه فیسئله فیقول ائت السادن حتی یعطیک فیأتیه فیقول انا رسول المهدی الیک لتعطینی مالاً فیقول احث فیحثی ولا یستطیع ان یحمله فیلقی حتی یکون قدر ما یستطیع ان یحمله فیخرج به فیندم فیقول انا کنت اجشع امة محمد نفساً کلهم دعی الی هذا المال فترکه غیری فیرد علیه فیقول انا لا نقبل شیئاً اعطیناه فیلبث فی ذلک ستاً او سبعاً او ثمانیاً او تسع سنین ولا خیر فی الحیوة بعده

(منتخب کنز العمال علی هامش مسند احمد ص۲۹ ج ۶)

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری قبول کرو مہدی کے ساتھ کہ میرے اہل میں سے ہوگا اور اس کا ظہور امت کے اختلاف اور زلزلوں کے وقت ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جیسے کہ وہ ظلم و زیادتی سے بھر چکی ہوگی، زمین اور آسمان کے رہنے والے اس سے راضی ہوں گے اور مال برابر اور عدل سے تقسیم کرے گا

اور امت محمدی کے دلوں کو مستغنی کر دیگا یہاں تک کہ ان کا منادی آواز دے گا کہ اگر کسی کو کوئی حاجت ہو تو وہ میرے پاس آئے سوائے ایک آدمی کے اور کوئی نہیں آئے گا وہ ایک آدمی آ کر ان سے سوال کریگا تو وہ فرمائیں گے کہ میرے خزانچی کے پاس جاؤ وہ جائے گا تو خزانچی سے کہے گا کہ میں مہدی کا فرستادہ ہوں مجھے مال دیدے، وہ کہے گا لے لو تو وہ اتنا لے گا کہ اٹھا نہیں سکے گا پھر اس کو کم کرے گا اتنا لے گا جتنا کہ اٹھا سکے گا پھر باہر جا کر نادم ہو جائے گا کہ پوری امت کو آواز دی گئی، سوائے میرے کوئی نہیں آیا تو وہ مال واپس کرنا چاہے گا لیکن خزانچی کہے گا کہ نہیں ہم جب کچھ دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے مہدی چھ یا سات یا آٹھ یا نو سال تک رہے گا۔

یہ حدیث منتخب کنز العمال میں محدث علی متقی نے مسند احمد کے حوالے سے نقل کی ہے۔

اور مسند احمد کی حدیثوں کے متعلق اس نے کتاب کے ابتداء میں بتایا ہے

و کل ما کان فی مسند احمد فهو مقبول فان الضعیف الذی فیه یقرب من الحسن ۔ (منتخب کنز العمال علی هامش مسند احمد)

یعنی جو حدیث مسند احمد کی ہوگی وہ مقبول ہے اس میں اگر ضعیف بھی ہو تو وہ درجہ حسن کے قریب ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بہرحال مقبول ہے۔ نیز یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ مسند احمد ص۵۲ ج۳ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رُواۃ کی تفصیل یہ ہے:

(۱) زید بن الحباب : ان کے متعلق حافظ ابن حجر نے تقریب التهذیب میں لکھا ہے اصله من خراسان وکان بالکوفة ورحل فی

ولایت ڈاٹ نیٹ

الحدیث فاکثر منه وھو صدوق ص۱۲

یعنی اصلاً یہ خراسان کے باشندے تھے لیکن کوفہ میں رہتے تھے اور سچے تھے۔ نیز حافظ ابن حجرؒ کی تصریح کے مطابق یہ مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ گویا ان سب کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے۔

(۲) حماد بن زیدؒ: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التھذیب میں لکھا ہے ثقة ثبت فقیه ص۸۲۔ یعنی قابلِ اعتماد اور فقیہ تھے۔

(۳) معلی بن زیادؒ: معلی بن زیاد کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التھذیب میں لکھا ہے کہ صدوق قلیل الحدیث زاھد ص۳۴۰ یعنی سچے اور زاھد ہیں اور بہت کم حدیث نقل کرتے ہیں۔

خلاصہ تذھیب تھذیب الکمال میں خزرجیؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وثقه ابوحاتم ص۳۸۲، یعنی ابوحاتمؒ نے ان کو قابلِ اعتماد کہا ہے۔ نیز یہ کہ امام بخاریؒ نے بھی ان سے تعلیقاً صحیح بخاری میں روایت لی ہے اور مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

(۴) ابوالصدیق الناجی: ان کا نام بکر بن عمرو ہے اور یہ سنن اربعہ یعنی ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التھذیب میں ان کی توثیق کی ہے۔ ص۴۹

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت قابلِ اعتماد اور صحیح ہے۔

(۴۳) اذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فائتوھا فان فیھا خلیفة الله المھدی۔

(منتخب کنز العمال ص۱۲ ج ۶ علی ھامش مسند احمد)

یعنی جب تم کالے جھنڈے دیکھو کہ خراسان کی طرف سے آئے تو

اس کی طرف چلے جاؤ اس لیے کہ اس میں خدا کے خلیفہ مہدی ہوں گے۔

اس روایت کو صاحبِ منتخب نے مسند احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اور مستدرک حاکم، بخاری، مسلم، صحیح ابن حبان اور مختارہ ضیاء مقدسی کے متعلق مصنف نے امام سیوطیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مافی الکتب الخمسة خ م حب ك ض صحیح فالعزو الیھا مُعلِمٌ بالصحة سوی مافی المستدرك من المتعقب فانبه علیه۔

[منتخب کنز العمال ص۹ ج ۱
[علی ھامش مسند احمد ج ۱

یعنی بخاری، مسلم، صحیح ابن حبان، مستدرک اور ضیاء مقدسی کے مختارہ سے جب ہم روایت نقل کریں گے اور ان کتابوں کی طرف منسوب کریں گے تو یہ اس روایت کی صحت کی علامت ہے۔ ہاں مستدرک کی وہ روایات جن پر جرح ہے اس پر تنبیہ کر دوں گا اور اس روایت پر کوئی تنبیہ نہیں کی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ روایت قابلِ اعتبار ہے۔

نیز یہ کہ یہ روایت مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

حدثنا وکیع عن الاعمش عن سالم عن ثوبان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فائتوھا فان فیھا خلیفة الله المھدی۔

(ص۲۷۷ ج ۵)

اس روایت کے راوی سب ثقہ ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) وکیع: ان کا نام وکیع بن الجراح ہے، یہ مشہور محدث ہیں اور ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب التھذیب میں لکھا ہے

ولایت ڈاٹ نیٹ

کہ ثقہ ہیں۔ صفحہ ۳۶۹ ، نیز اگر وکیع بن عدس ہو یا وکیع بن محرز ہو تو یہ دونوں بھی ثقہ ہیں۔ ملاحظہ ہو تقریب صفحہ ۳۶۹

(۲) اعمش رحمۃ اللہ علیہ : ان کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ یہ بھی ثقہ ہے۔
تقریب التہذیب صفحہ ۱۳۶

حافظؒ نے لکھا ہے کہ ثقہ حافظ عارف بالقراءۃ ورع۔ یعنی قابلِ اعتماد ہیں۔

(۳) سالم رحمۃ اللہ علیہ : سالم سے مراد سالم بن ابی الجعد ہیں۔ ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ثقہ وکان یرسل۔ یعنی ثقہ ہے اور ارسال کرتے ہیں۔ تقریب التہذیب صفحہ ۱۱۵۔

اور علامہ خزرجیؒ نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ:

قال احمد لم یلق ثوبان وقال البخاری لم یسمع منہ۔ یعنی امام احمدؒ نے فرمایا کہ ان کی ملاقات ثوبانؓ سے ثابت نہیں ہے۔ اور امام بخاریؒ نے فرمایا کہ انہوں نے ثوبانؓ سے نہیں سنا۔

تو اب اس روایت پر اعتراض ہوگا کہ یہ روایت انہوں نے ثوبانؓ سے بلا واسطہ نقل کی ہے تو منقطع ہوگی۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے اور ثوبانؓ کے درمیان معدان بن ابی طلحہ موجود ہے جیسے کہ خود مسند احمد میں صفحہ ۲۷۶ ج ۵ و صفحہ ۲۸۰ ج ۵ و صفحہ ۲۸۱ ج ۵ و صفحہ ۲۸۲ ج ۵ میں سالم اور ثوبان کے درمیان معدان بن ابی طلحہ موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی سالم نے معدان ہی سے لی ہے۔ البتہ ان کی عادت ارسال کی تھی یا یہ کہ معدانؒ ان کے مشہور استاد تھے اس لئے ان کا نام ذکر نہیں کیا اور اگر تدلیس بھی کی ہے تو تدلیس ثقہ سے ہوگی اس لئے کہ معدان بھی ثقہ ہے۔ جیسے کہ

حافظ ابن حجرؒ نے معدانؒ کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ شامی ثقہ ہیں صفحہ ۳۳۲ یعنی معدانؒ بن ابی طلحہ شامی ہیں اور قابلِ اعتماد ہیں۔ تو تدلیس ثقہ سے ہے اور ایسی صورت تدلیس کی محدثین کے نزدیک قابلِ اعتبار ہوتی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بہرحال قابلِ اعتبار ہے۔ نیز سالمؒ کی توثیق، ابو زرعہ، یحییٰ بن معینؒ اور امام نسائیؒ نے کی ہے، تو وہ خود بھی ثقہ ہیں۔ حاشیہ خلاصہ صفحہ ۱۳۱

اسی طرح معدانؒ کی توثیق بھی عجلیؒ اور ابن سعدؒ نے کی ہے۔ حاشیہ خلاصہ صفحہ ۳۸۳

نیز یہ کہ یہ حدیث مستدرک حاکم میں ثوبانؓ سے بجائے معدانؒ بن ابی طلحہ کے ابو اسماء الرحبی نے نقل کی ہے۔ مستدرک حاکم صفحہ ۴۰۶ ج ۴

اور ابو اسماء الرحبی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ان کا نام عمرو بن مرثد ہے۔ ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ثقہ اور قابلِ اعتبار راوی ہیں۔ صفحہ ۲۶۲

اسی طرح خلاصہ میں خزرجیؒ نے ان کی توثیق عجلی سے نقل کی ہے صفحہ ۲۹۳

مستدرک کے روایت میں ابو اسماء سے نقل کرنے والے ابو قلابہ ہیں۔ ابو قلابہ اگر عبداللہ بن زید الجرمی ہوں تو یہ بھی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے ثقہ فاضل صفحہ ۱۷۴

اور اگر ابو قلابہ سے مراد عبدالملک بن محمد ہوں کہ یہ بھی ابو قلابہ کہلاتے ہیں تو یہ بھی ثقہ ہیں۔ ان کے متعلق بھی حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ صدوق یعنی سچے ہیں صفحہ ۲۲۰، تقریب

ابو قلابہ سے نقل کرنے والے خالد الحذاء ہیں۔ ان کا نام خالد بن مہرانؒ

حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ثقۃ ہے (تقریب التہذیب صفحہ ۹۰)

یعنی قابلِ اعتماد ہیں۔ اسی طرح خلاصہ الخزرجی میں ان کی توثیق منقول ہے صفحہ ۱۰۲

اسی طرح تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ یحیی بن معینؒ،

نسائیؒ، امام احمدؒ وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ حاشیہ خلاصہ الخزرجی صفحہ ۱۰۳

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ روایت صرف سالم بن ابی الجعد سے نہیں ہے

بلکہ اس کا متابع مستدرک کے روایت میں موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴۴) ستکون بعدی خلفاء ومن بعد الخلفاء امراء

ومن بعد الامراء ملوک ومن بعد الملوک جبابرۃ ثم یخرج

رجلٌ من اهل بیتی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً

ثم یؤمر بعده القحطانی فوالذی بعثنی بالحق ماهو بدونہ

(منتخب کنز العمال صفحہ ۳۰ ج ۶)

یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلفاء ہوں گے پھر

ان کے بعد امیر ہوں گے پھر ان کے بعد بادشاہ ہوں گے پھر ان کے بعد جابر بادشاہ

ہوں گے پھر میرے اہل میں سے ایک آدمی نکلے گا وہ زمین کو عدل سے بھر دیگا،

جیسے وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔ ان کے بعد قحطانی امیر ہوں گے وہ عدل میں ان سے

کم نہیں ہوں گے۔

اس روایت میں بھی رجلٌ من اهل بیتی سے مراد مہدی ہیں مصنف کا اس کو

مہدی کے باب میں نقل کرنا اس کی دلیل ہے۔ نیز یہ روایت قابلِ اعتبار ہے

کیوں کہ اس روایت کو طبرانی کبیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اور مصنف کے

حوالے سے پہلے ہم نقل کر چکے ہیں چونکہ طبرانی وغیرہ کی روایت اگر ضعیف ہوتی ہے

تو وہ اس پر تنبیہ کرتے ہیں لیکن اس روایت کے بعد کوئی تنبیہ نہیں کی ہے جو

اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتبار ہے۔

(۴۵) اللّٰهم انصر العباس وولد العباس ثلاثاً یا عم

اما علمت ان المهدی من ولدك موفقاً رضیاً مرضیاً۔

(منتخب کنز العمال صفحہ ۳۱ ج ۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے

چچا کیا آپ نہیں جانتے کہ مہدی آپ کے اولاد میں سے ہوگا۔ اس

اس روایت کے متعلق صاحبِ منتخب نے آخر میں لکھا ہے کہ رجال سندہ

ثقات صفحہ ۳۱ ج ۶ یعنی اس حدیث کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا کہ مہدی عباسؓ کی اولاد سے ہونگے تو ممکن ہے کہ

ماں کی طرف سے حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں اور باپ کی طرف سے حضرت

عباسؓ کی اولاد میں سے ہونگے یا بالعکس

(۴۶) یبایع رجل بین الرکن والمقام ولن یستحل هذا البیت الا اهله

فاذا استحلوه فلا تسأل عن هلکة احد تجیئ الحبشة فیخربونه

خراباً لا یعمر بعده ابداً وهم الذین یستخرجون کنزه

(منتخب کنز العمال صفحہ ۳۰ ج ۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی کی بیعت رکن اور مقام

کے درمیان کی جائے گی اور بیت اللہ کو لڑائی کے لئے حلال نہیں کریں گے

مگر اس کے بعد پھر سب کی ہلاکت ہوگی حبش آئیں گے اور بیت اللہ کو ویران

کریں گے اس کے بعد کبھی اس کی تعمیر نہیں ہوگی اور یہی لوگ بیت اللہ کا خزانہ نکالیں گے

اس روایت میں رجل سے مراد مہدی ہے کیوں کہ صاحب کتاب نے

اس حدیث کی تخریج مہدی کے باب میں کی ہے۔ نیز یہ کہ یہ حدیث بھی

ولایت ڈاٹ نیٹ

مصنف کی تصریح کے مطابق صحیح ہے۔ اس حدیث کو صاحب منتخب نے مسند احمد، مستدرک حاکم اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور مصنف کا یہ قانون ہم پہلا نقل کر چکے ہیں کہ مستدرک حاکم کی طرف کسی حدیث کی نسبت اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے اگر کوئی ضعف ہو تو مصنف اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ نیز مسند احمد کے بارے میں بھی مصنف نے یہ قانون بیان کیا ہے کہ اس کی احادیث صحیح اور حسن درجے کی ہوتی ہیں اور اگر کوئی حدیث ضعیف بھی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک قبول ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو منتخب کنز العمال ص۸ ج ۱، ص۹ ج ۱

مسند احمد کے بارے میں اس قانون کو حافظ ابن حجرؒ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے۔

مسند احمد کے وہ احادیث جن پر امام ابن الجوزیؒ نے وضع کا حکم لگایا تھا اس کو حافظؒ نے تسلیم نہیں کیا بلکہ القول المسدد کے نام سے اس پر مستقل کتاب لکھی اور ثابت کیا ہے کہ وہ احادیث بھی موضوع نہیں ہیں۔

(٤٧) عن علی قال لا یخرج المھدی حتی یبصق بعضکم فی وجہ بعض۔ (منتخب کنز العمال ص۳۳ ج ۶)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مہدی کا خروج اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ تم ایک دوسرے کے منہ پر نہ تھوکو۔

یعنی لوگوں کی حالت ایسی ہوگی کہ تہذیب انسانیت ان میں نہیں ہوگی اور ہر طرف فتنہ و فساد ہوگا تب مہدی کا ظہور ہوگا۔

یہ حدیث بھی قابلِ اعتبار ہے کیونکہ اس پر مصنف نے کوئی جرح نہیں کی ہے

(٤٨) عن علی اذا خرج خیل السفیانی فی الکوفة بعث فی طلب اھل خراسان ویخرج اھل خراسان فی طلب المھدی فیلتقی ھو والھاشمی برایات سود علی مقدمتہ شعیب بن صالح فیلتقی ھو والسفیانی بباب اصطخر فتکون بینھم ملحمة عظیمة فتظھر الرایات السود و تھرب خیل السفیانی فعند ذلک یتمنی الناس المھدی و یطلبونہ۔ (منتخب کنز العمال ص۳۳ ج ۶ علی ھامش مسند احمد ج ۶)

حضرت علیؓ کی روایت ہے جب سفیانی کا لشکر نکل کر کوفہ آئے گا تو اہل خراسان کے طلب میں لشکر بھیجے گا اور اہل خراسان مہدی کی طرف جائیں گے تو کالے جھنڈوں کے ساتھ ملیں گے تو وہاں پر ہاشمی اور سفیانی کے لشکروں میں لڑائی ہوگی ہاشمی کا لشکر غالب آجائے گا اور سفیانی کا لشکر بھاگ جائے گا اس وقت لوگ مہدی کی تمنا کریں گے اور ان کو تلاش کریں گے۔

یہ اور اس سے ماقبل والی روایت دونوں اگرچہ موقوف ہیں لیکن ایک تو یہ کہ یہ روایتیں مرفوع بھی مروی ہیں نیز یہ کہ مسائلِ غیر مدرک بالقیاس میں قولِ صحابی مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ نیز اس روایت پر مصنف نے بھی کوئی کلام نہیں کیا ہے۔ تو ان کے قاعدے کے مطابق یہ روایتیں صحیح ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

(٤٩) عن علیؓ قال المھدی فتیً من قریش آدم ضرب من الرجال (منتخب کنز العمال ص۳۴ ج ۶ علی ھامش مسند احمد)

یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مہدی قریش کے نوجوان ہوں گے اور چھریرے بدن کے آدمی ہوں گے۔

(۵۰) عن علی قال المهدی رجل منا من ولد فاطمة
(منتخب کنز العمال ص ۳۲ ج ۶)

یعنی مہدی ہم میں سے ہوں گے حضرت فاطمہؑ کے اولاد سے۔

(۵۱) عن علی قال یبعث بجیش الی المدینة فیأخذون من قدروا علیه من آل محمد صلی الله علیه وسلم و یقتل من بنی هاشم رجالاً ونساءً فعند ذلك یهرب المهدی والمبیض من المدینة الی مكة الخ (منتخب کنز العمال ص ۳۳ ج ۶ علی حاشیہ مسند احمد ج ۶)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کی طرف ایک لشکر بھیجی جائے گی وہ آلِ بیت کو قتل کریں گے مہدی اور مبیض مکہ بھاگ جائیں گے

اس حدیث کو بھی مصنف نے بلا کسی جرح کے نقل کیا ہے، جو ان کے نزدیک صحت کی دلیل ہے۔

یہ پچاس حدیثیں ہیں جو صراحتاً ظہور مہدی پر دلالت کرتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ بے اصل و بے بنیاد نہیں جیسے کہ اختر کاشمیری صاحب کا دعویٰ ہے

ظہور مہدی کے متعلق کچھ احادیث اور بھی ہیں جو مستدرک کی جلد رابع میں اور منتخب کنز العمال میں ص ۲۹ ج ۶ سے ص ۳۴ ج ۶ تک مروی ہیں۔

نیز امام ترمذیؒ، عبد الرزاق، ابن ماجہ، ابو عبد اللہ حاکم اور دوسرے محدثین نے اپنی کتابوں میں اس کے لئے ابواب قائم کئے ہیں جو صراحتاً اس کی دلیل ہے کہ یہ عقیدہ ان بزرگوں کے نزدیک بے اصل و بے بنیاد نہیں۔ ورنہ یہ جلیل القدر محدثین اپنے کتابوں میں اس کے لئے ابواب قائم نہ کرتے۔

الباب الثانی

عقیدہ ظہورِ مہدی محدثینؒ کی نظر میں

اس سے پہلے ہم وہ احادیث محدثینؒ کی کتابوں سے نقل کر چکے ہیں جن میں ظہورِ مہدی کا ذکر تھا۔ متعدد محدثین نے اس کے لئے اپنی کتابوں میں ابواب قائم کئے ہیں جس سے ان کا عقیدہ ظہور مہدی بخوبی واضح اور ثابت ہوتا ہے۔

علم حدیث سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ محدثین اپنی کتابوں میں جو ابواب قائم کرتے ہیں وہ ان کی نظر میں احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ باب میں نقلِ حدیث کے بعد وہ اس پر سکوت کرتے رہیں۔ اس قاعدہ کے مطابق اب یہ بات بلا خوف و خطر کہی جا سکتی ہے کہ جن محدثین نے ظہورِ مہدی کے احادیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اور ان احادیث پر ابواب بھی قائم کئے ہیں تو یہ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوں گے۔

اب اس کے بعد ہم ان محدثین کی نشاندہی کرتے ہیں جنھوں نے

ظہورِ مہدی کے احادیث کو نقل کر کے ابواب قائم کئے ہیں :

(۱) امام ترمذی[1]

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی المتوفی ۲۷۹ھ۔

امام ترمذی نے اپنی کتاب "سُنن ترمذی" میں ابواب الفتن میں "بَابُ ماجاءَ فی المہدی" کا باب قائم کیا ہے (ص۴۵ ج ۲ وفی بعض المطابع ص۳۶ ج۲) اور اس کے تحت وہ احادیث مسلسل سندوں

---

[1] امام ترمذی کے متعلق شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ : "و ترمذی را در حفظ مثل می دانند و او خلیفۂ بخاری گفته اند و تورّع و زہد و خوف بحدی داشت کہ فوق آن متصور نیست، بخوف الٰہی بسیار گریہ و زاری کرد و نابینا شد" (بستان المحدثین ص۲۹۱) اور ان کی کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ : "و این جامع بہترین آن کتب است بلکہ بہ بعضے وجوہ و حیثیات از جمیع کتب حدیث خوب تر واقع شدہ الخ ص۲۹۰"۔ اور خود شاہ صاحبؒ نے امام ترمذیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ : "ترمذی گفتہ است کہ من ہرگاہ از تصنیف این جامع فارغ شدم آنرا بعلماء حجاز شریف نمودم، ایشان پسند فرمودہ بعد از ان پیش علماء عراق بردم ایشان نیز مستحق القبول آن را مدح کردند بعد از ان بر علماء خراسان عرض کردم ایشان نیز رضامند شدند بعد از ان ترویج و تشہیر نمودم و نیز گفتہ در خانۂ ہر کہ این کتاب باشد پس گویا در خانۂ او پیغمبرے است کہ تکلم می کند۔" (بستان المحدثین ص۲۹۲)

اسی طرح اس کتاب کے بارے میں نواب صدیق حسن خانصاحبؒ نے اپنی کتاب "الحطہ فی ذکر صحاح ستہ" میں ص۲۳۹ سے ص۲۴۲ تک علماء کے اقوال نقل کئے ہیں اور پوری وضاحت

کے ساتھ نقل کی ہیں جن کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور ان کی اسنادی حیثیت بھی واضح کی جا چکی ہے، اس سے ان کے عقیدے کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خود امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں واضح کیا ہے جمیع مافی ھذا الکتاب من الحدیث ھو معمول بہ وبہ اخذ بعض اھل العلم ماخلا حدیثین، حدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظھر والعصر بالمدینۃ والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا سفر ولا مطر وحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ وقد بینا علۃ الحدیثین جمیعاً فی الکتاب۔

(سُنن ترمذی کتاب العلل ص۲۳۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کے سب احادیث اُمت میں کسی نہ کسی امام کے ہاں معمول بھا ہیں اور سوائے ان دونوں حدیثوں کے کوئی بھی حدیث پوری امت کے نزدیک متروک نہیں

اگرچہ ان دونوں حدیثوں کے متعلق بھی بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی معمول[1] بھا ہیں لیکن بہرحال اتنا تو معلوم ہوا کہ باقی احادیث جلب اعمال کے ساتھ

---

[1] حضرت الامام الحافظ الحجۃ شاہ انور شاہ کشمیریؒ سے منقول ہے کہ :

واعلم ان الحدیثین معمولان بہما عندنا علی ماحررت سابقاً ان المذکور فی الحدیث ھو الجمع الفعلی وذلک جائز عندنا عذر و اما قتل شارب الخمر فی المرۃ الرابعۃ فحب [illegible] عندنا تعزیراً۔

(العرف الشذی ص۳۸۶ کتاب العلل)

فقال محدث العصر الشیخ البنوری [illegible]

ولایت ڈاٹ نیٹ

ان کا تعلق ہو یا عقائد کے ساتھ وہ معمول بہا ہیں۔

(۲) امام ابوداؤد :

سلیمان بن الاشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ

امام ابوداؤد نے بھی اپنے کتاب سنن ابوداؤد میں کتاب الفتن میں احادیث مہدی پر باب قائم کیا ہے ص۲۳۲ ج ۲ تا ص۲۳۳ ج ۲ اور ظہور مہدی کی احادیث اپنی مسلسل سندوں کے ساتھ نقل کی ہیں اور بعض احادیث پر سکوت کیا ہے جو ان کے نزدیک کم از کم حسن کے درجہ کی ہیں[1]
(اس بحث کو ہم پہلے باحوالہ لکھ چکے ہیں) اس سے ان کا اعتقاد واضح ہوتا

قال شیخنا و کل ھذا تکلف والصحیح الذی یعنذ ان یقال کان ھو الجمع فعلاً لا وقتاً واعترف بہ الحافظ ابن حجر فی الفتح ص۱۹ ج۲ فقال واستحسنہ القرطبی ورجحہ قبلہ امام الحرمین وجزم بہ من القدماء ابن الماجشون والطحاوی الخ (معارف السنن ص۱۶۳ ج ۲)

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ہذا) [1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے سنن ابوداؤد کے متعلق لکھا ہے: چوں از تصنیف این سنن فارغ شد پیش امام احمد بن حنبل برد و عرض نمود۔ امام دیدند و بسیار پسند کردند۔ و ابوداؤد در وقت تصنیف این سنن پنج لاکھ احادیث حاضر داشت از جملہ آنہا انتخاب نمودہ است کہ این سنن را مرتب ساخت چار ہزار و ہشت صد احادیث است و در وے التزام نمودہ است کہ حدیث صحیح باشد یا حسن۔ (بستان المحدثین ص۲۸۵)

ہے کہ یہ بھی امام مہدی کے ظہور کے قائل تھے اس لئے ظہور مہدی کی احادیث کو اپنے کتاب میں لائے۔

(۳) امام ابن ماجہ

ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ قزوینی ربعی المتوفی ۲۷۳ھ
انہوں نے بھی اپنی کتاب میں فتن کے ابواب کے ضمن میں ظہور مہدی کی کچھ احادیث کو اپنے سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو باب خروج المہدی ص۲۹۹۔ ان احادیث سے بھی ان کے عقیدہ پر استدلال کیا جائیگا کما مر۔

سنن ابن ماجہ میں اگرچہ کچھ احادیث موضوع بھی ہیں لیکن یہ احادیث ان احادیث میں شامل نہیں جن پر محدثین نے وضع کا قول کیا ہے۔

ابن ماجہ کی وہ سب احادیث جن کو کسی محدث نے موضوع کہا ہے علامہ عبدالرشید نعمانی مدظلہ کی کتاب "ما تمس الیہ الحاجہ لمن یطالع سنن ابن ماجہ" میں موجود ہیں ظہور مہدی کی احادیث ان میں شامل نہیں ہیں۔ ہاں "لا مہدی الا عیسیٰ" کے حدیث پر محدثینؒ نے ضرور کلام کیا ہے[1] جس سے ظہور مہدی کے منکرین استدلال کرتے ہیں

---

[1] اس حدیث کے متعلق علامہ شوکانیؒ نے اپنی کتاب "الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ" میں لکھا ہے کہ: حدیث لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم قال الصغانی موضوع ص۱۹۵۔ اسی طرح امام ابن قیمؒ نے "المنار المنیف" میں اس حدیث کو موضوع لکھا ہے۔

ولایت ڈاٹ نیٹ

(۴) امام عبد الرزاق[1] بن ہمام بن نافعؒ

آپ نے بھی اپنی کتاب "مصنف عبد الرزاق" میں ظہور مہدی کا باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت احادیث ظہور مہدی ذکر کی ہیں ص ۳۷۱ تا ص ۳۷۴ ج ۱۱

(۵) الامام الحافظ ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوریؒ

آپ نے بھی اپنی کتاب "مستدرک حاکم" میں ظہورِ مہدی کے متعلق بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔ ملاحظہ ہو مستدرک حاکم ص ۴۵۰ ج ۴ و ص ۵۲۰ ج ۴ و ص ۵۵۳ ج ۴ و ص ۵۵۴ ج ۴ و ص ۵۵۷ ج ۴ و ص ۵۵۸ ج ۴۔ اس سے ان کے عقیدہ کا اظہار ہوتا ہے کہ حاکم بھی عقیدۂ ظہورِ مہدی کے قائل تھے اس لئے انھوں نے ان احادیث کی تخریج اپنی کتاب میں کی ہے[2]۔

---

[1] عبد الرزاق کو اگرچہ بعض محدثین نے شیعہ کہا ہے لیکن ان کی احادیث محدثین کے ہاں مقبول ہیں۔ کیونکہ متقدمین کے تشیع کو آج کل کے تشیع پر قیاس نہیں کرنا چاہئے عبد الرزاق نے مصنف میں شیخینؓ اور حضرت عثمانؓ کی فضیلت میں احادیث ذکر کی ہیں۔ ملاحظہ ہو ص اور علامہ ذہبیؒ نے خود عبد الرزاق کا قول نقل کیا ہے کہ: وقال احمد بن الازہر سمعتُ عبد الرزاق یقول افضّل الشیخین بتفضیل علیٍ ایاھما علی نفسہ و لو لم یفضلہما لم افضلھما کفی بی ازراءً ان احبّ علیاً ثم اخالف قولہ۔ میزان الاعتدال ص ۶۱۳ ج ۲ اور دوسرا قول یہ بھی منقول ہے کہ واللہ ما انشرح صدری قط ان افضل علیاً علی ابی بکرؓ و عمرؓ۔ میزان ص ۶۱۲ ج ۲
اس طرح عبد الرزاق کی توثیق کے متعلق یحییٰ بن معینؒ کا یہ قول بھی میزان الاعتدال میں منقول ہے
(بقیہ حاشیہ ص ۷۹ پر)

(۷) امام سیوطیؒ

آپ نے اپنی کتاب جمع الجوامع اور جامع صغیر وغیرہ میں ظہور مہدی کی احادیث کو ذکر کیا ہے بلکہ اس موضوع پر مستقل رسالہ بھی لکھا جس میں مہدی کے متعلق

(گذشتہ سے پیوستہ) لو ارتد عبد الرزاق عن الاسلام ما ترکنا حدیثہ ص ۶۱۲ ج ۲۔ اور احمد بن صالح نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ قلتُ لاحمد بن حنبل أرأیت احسن حدیثاً من عبد الرزاق قال لا (ص ۶۱۳ ج ۲ میزان الاعتدال للذہبی)
اور اسی قول پر علامہ ذہبیؒ نے عبد الرزاقؒ کا ترجمہ ختم کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ذہبیؒ کا رجحان بھی اسی کی طرف ہے۔
اس کے علاوہ عبد الرزاق بخاری و مسلم وغیرہ کے راوی ہیں جو محدثین کے نزدیک مستقل وجہ تعدیل ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں عبد الرزاقؒ کے متعلق لکھا ہے کہ ثقۃٌ حافظٌ مصنفٌ شہیرٌ عمی فی آخر عمرہ فتغیّر وکان یتشیّع من التاسعۃ اھ ص ۲۱۳ یعنی ثقہ اور مقبول ہے۔ حافظؒ کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ مطلق تشیّع وجہ جرح نہیں ہے۔
علم حدیث سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ صحاح میں کتنے ایسے راویوں کی روایات ہیں جن کے متعلق ہم اسماء رجال کی کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ وہ شیعہ ہیں لیکن صرف شیعہ ہونا وجہ ترک نہیں ہوسکتی ہے کما بیناہ۔
اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں ابن عدیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ وامّا فی الصدق فارجو انہ لا بأس بہ ص ۳۱۳ ج ۲ اور عجلیؒ کا قول ہے کہ ثقۃٌ تشیّع
(تہذیب التہذیب ص ۳۱۳ ج ۲)
ان دونوں قولوں سے وہی قاعدہ ثابت ہوتا ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ ابن عدیؒ نے بھی ان کے تشیّع کا ذکر کرکے صادق کہا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
[2] حاکم کو متعلق [illegible]

ولایت ڈاٹ نیٹ

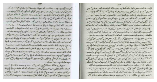

سے قتل کیے گئے سخاوی لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد حافظ ابن حجرؒ نے جب ان کا یہ کلمہ نقل کیا تو ساتھ ہی ابن خلدون پر لعنت بھیجی اور برا کہا اور رو رہے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ان کے یہ الفاظ اب موجودہ تاریخ میں موجود نہیں ہیں (الضوء اللامع ص۱۴۶ ج۴)۔

اس کے ساتھ یہ بھی مدنظر رہے کہ ابن خلدون ناصبی بھی تھے اور آل علیؓ سے انحراف رکھتے تھے علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ مقریزی اس لیے ابن خلدون کی تعریف کرتے تھے کہ مقریزی مصر کے فاطمین کے نسب کے حضرت علیؓ سے متصل ہونے کے قائل تھے اور ابن خلدون بھی فاطمین کے نسب کو حضرت علیؓ سے متصل ثابت کرتے تھے حالانکہ ابن خلدون کا مقصد اس سے آل علیؓ میں نقص ثابت کرنا تھا کیوں کہ مصر کے فاطمین کے عقائد خراب تھے بعض ان میں سے زندیق تھے اور بعض نے الوہیت کا بھی دعوی کیا تھا اور رافضی تو سب تھے تو ان کا نسب جب آل علیؓ سے ثابت ہو جاتا ہے تو آل علیؓ کا نقص ثابت ہوتا ہے۔ سخاویؒ کے الفاظ یہ ہیں: وغفل عن مراد ابن خلدون فانہ کان لانحرافہ عن آل علیؓ یثبت نسب الفاطمیین الیھم لما اشتھر من سوء معتقد الفاطمیین وکون بعضھم نسب الی الزندقۃ وادعی الالوھیۃ کالحاکم وبعضھم فی الغایۃ من التعصب لمذھب الرفض حتی قتل فی زمانھم جمع من اھل السنۃ (الی ان قال) فاذا کانوا بھذہ المثابۃ وصح انھم من آل علیؓ حقیقۃ التصق بآل علیؓ العیب وکان ذالک من اسباب النفرۃ عنھم (الضوء اللامع ص۱۴۷ ص۱۴۸ ج۴) یعنی مقریزی تو اس لیے تعریف کر رہے ہیں کہ ابن خلدون فاطمین کے نسب کو آل علی سے ثابت مانتے ہیں اور

وہ ابن خلدون کے مقصد سے غافل ہیں کہ فاطمین جب اپنی ان بد اعتقادیوں کے ساتھ آل علی کیطرف منسوب ہوں گے تو آل علی میں عیب ثابت ہو جائیگا اس لئے کہ فاطمین میں کچھ تو زندیق تھے اور کچھ نے خدائی کا دعوی کیا تھا اور کچھ انتہائی متعصب اور رافضی تھے کہ ان کے زمانے میں بہت سے اہل سنت قتل کیے گئے۔

علامہ سخاویؒ کی اس عبارت سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ابن خلدون آل علیؓ کے انتہائی مخالف تھے تو ظہور مہدی کے انکار کی اصل وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے چونکہ مہدی آل علیؓ میں سے ہوں گے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہو چکا ہے اور ابن خلدون آل علیؓ کے لیے کسی بڑائی اور منقبت کو ماننے کے لیے تیار نہیں اسی لیے ظہور مہدی کا انکار کیا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری کہ نہ مہدی آئیں گے اور نہ آل علی کے لیے کوئی منقبت اور بڑائی ثابت ہو گی حالانکہ آل علی کی فضیلت و منقبت مہدی کے آنے پر موقوف نہیں۔ ان امور کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ یہ بھی مدنظر رہے کہ ابن خلدون علم وعمل کے اس مقام پر فائز نہیں ہیں کہ ان کی بات پر کسی عقیدہ کی بنیاد رکھی جا سکے۔

علامہ سخاویؒ نے ابن خلدون کے متعلق علامہ عینی حنفیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وکان یتھم بامور قبیحۃ۔ (الضوء اللامع ص۱۴۵ ج۴) کہ بہت سے قبیح امور کے ساتھ متہم تھے۔ اسی طرح لکھا ہے کہ قضاۃ کے ہاں ان کی گواہی بھی قبول نہیں کی جاتی تھی۔ چنانچہ سخاویؒ نے لکھا ہے ایک دفعہ انہوں نے ایک قاضی صاحب کے ہاں کسی مسئلے میں گواہی دی تو فلم یقبلہ مع انہ کان من المتعصبین لہ۔ (الضوء اللامع ص۱۴۶ ج۴) یعنی ان کی گواہی قبول نہیں

کی حالانکہ وہ ان کے بیٹے تعصب کرنے والوں میں سے تھے یعنی ان کے طرفداروں میں سے تھے ان کے ساتھ ان کی طبیعت میں فطری طور پر مخالفت کا جذبہ تھا اور ہر معاملہ میں اپنی شان انفرادی رکھنا چاہتے تھے چنانچہ جب قاضی بنائے گئے تو قضاۃ کا لباس نہیں پہنا بلکہ اپنے مغربی طرز کے لباس میں ملبوس رہے۔ علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی لحبہ المخالفۃ فی کل شیء۔ (الضوء اللامع ص۱۴۶ ج۴) یعنی یہ اس لیے کہ ہر چیز میں مخالفت پسند تھے ان کے ان حالات سے معلوم ہوا کہ علوم شرعیہ خاص کر علم حدیث میں ان کو یہ مقام حاصل نہیں تھا کہ ان کے کسی قول کو دلیل بنایا جائے۔ اس بحث سے ہمارا مقصد ابن خلدون کی شان کو گھٹانا نہیں بلکہ ان کا اصل مقام متعین کرنا ہے۔

تاریخ اور فلسفۂ تاریخ و اجتماع میں ان کا کلام اچھا ہے لیکن اس میں بھی بقول حافظ ابن حجرؒ وہ مقام حاصل نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں لیکن ہمارے ہاں پرستی سے فلسفۂ اجتماع یا فلسفۂ تاریخ کے خوشکن الفاظ دیکھ کر اور اہل یورپ کی تقلید میں ابن خلدون کو وہ مقام دیا جاتا ہے جس کا وہ مستحق نہیں ہے حالانکہ یہ حکم شرعی ہے کہ ہر آدمی کو اس کے مقام پر رکھ کر اس کے قول و فعل کا استناد اس کے مقام ہی کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ کما فی المسلم عن عائشۃؓ امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ننزل الناس منازلھم (مسلم ص۳ ج۱)

اب ہم احادیث مہدی پر ابن خلدون کے کلام کا جائزہ لیں گے۔

ابن خلدون کے کلام کا خلاصہ بقول مولانا بدر عالم صاحبؒ کے تین باتیں ہیں:
(۱) جرح و تعدیل میں جرح کو ترجیح ہے (۲) امام مہدی کی کوئی حدیث صحیحین میں موجود نہیں (۳) اس باب کی جو صحیح حدیثیں ہیں ان میں امام مہدی

کی تصریح نہیں (ترجمان السنۃ ص۳۸۳ ج۴)

۱ پہلی بات کا ایک جواب تو وہ ہے کہ جو مولانا بدر عالمؒ نے دیا ہے (ص۱۶) کہ فن حدیث کے جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں کچھ وزن نہیں رکھتیں کیوں کہ ہمیشہ اور ہر جرح کو ترجیح دینا یہ بالکل خلاف واقع ہے چنانچہ خود محقق موصوف کو جب اس پر تنبیہ ہوئی کہ اس قاعدے کے تحت تو صحیحین کی حدیثیں بھی مجروح ہوئی جاتی ہیں تو اس کا جواب انھوں نے ص۔۔۔ پر یہ دے دیا ہے کہ یہ حدیثیں چونکہ علماء کے درمیان مسلم ہو چکی ہیں اس لئے وہ مجروح نہیں کہی جا سکتیں مگر سوال تو یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا تو پھر علماء کو وہ مسلم ہی کیوں ہوئیں۔ (ترجمان السنۃ ص۳۸۲ و ص۳۸۳ ج۴)

نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ صحیحین کی حدیثیں چونکہ علماء کے نزدیک مسلم ہو چکی ہیں اس لئے اس قاعدے کا اطلاق صحیحین کی احادیث پر نہیں ہوگا جیسا کہ خود ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ولا تقولن مثل ذلک ربما یتطرق الی رجال الصحیحین فان الاجماع قد اتصل فی الامۃ علی تلقیھا بالقبول والعمل بما فیھما وفی الاجماع اعظم حمایۃ واحسن دفعۃ (ترجمہ ابن خلدون ص۳۱۳)

یعنی یہ نہ کہا جائے کہ یہ قاعدہ بخاری و مسلم کے رجال کی طرف متوجہ ہو اس لئے کہ بخاری و مسلم کی احادیث کی قبولیت پر امت کا اجماع ہے تو اگر قاعدہ کے تحت بخاری و مسلم کے رجال کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے کہ امت نے ان کو قبول کیا ہے تو اسی طرح احادیث مہدی کو بھی امت نے قبول کیا ہے اور بقول محدثین کے احادیث مہدی تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں تو یہ قاعدہ احادیث مہدی پر بھی لاگو ہونا چاہیے۔

نیز یہ قاعدہ کہ جرح بھی تعدیل پر مقدم ہے۔ اس اطلاق کے ساتھ مسلم بھی نہیں

ہے۔ جیسے کہ علامہ تاج الدین سبکیؒ نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں احمد بن صالح المصری کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ قلت احمد بن صالح ثقۃ امام ولا التفات الی کلام من تکلم فیہ ولکنا ننبھک ھنا علی قاعدۃ فی الجرح والتعدیل ضروریۃ نافعۃ لا تراھا فی شیئ من کتب الاصول فانک اذا سمعت ان الجرح مقدم علی التعدیل ورأیت الجرح والتعدیل وکنت غرا بالامور او فدما مقتصرا علی منقول الاصول حسبت ان العمل علی جرحہ فایاک ثم ایاک والحذر کل الحذر من ھذا الحسبان بل الصواب عندنا ان من ثبتت امامتہ وعدالتہ وکثر مادحوہ ومزکوہ وندر جارحہ وکانت ھنالک قرینۃ دالۃ علی سبب جرحہ من تعصب مذھبی او غیرہ فانا لا نلتفت الی الجرح فیہ ونعمل فیہ بالعدالۃ والا فلو فتحنا ھذا الباب او اخذنا تقدیم الجرح علی اطلاقہ لما سلم لنا احد من الائمۃ اذ ما من امام الا وقد طعن فیہ طاعنون وھلک فیہ ھالکون الخ (ص۱۸۴ ج۱) یعنی جب آپ نے یہ بات کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر، اور آپ کسی آدمی کے ترجمہ میں جرح وتعدیل دیکھیں اور دھوکے میں پڑنے والے اور اصول منقول پر اختصار کرنے والے ہو جائیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے لیکن اپنے آپ کو اس غلطی سے بچائیں اور ڈریں اس گمان سے بلکہ ہمارے نزدیک صحیح اور حق یہ ہے کہ جس راوی کی امامت اور عدالت ثابت ہو اور اس کی تعریف اور صفائی پیش کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے نادر یعنی کم ہوں اور وہاں کوئی ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو دلالت کرتا ہو کہ جرح کا سبب کوئی مذہبی تعصب یا اور کوئی وجہ ہے تو ایسی صورت میں ہم جرح

کی طرف التفات نہیں کریں گے اور عدالت پر عمل کریں گے ورنہ اگر ہم اس دروازے کو کھول لیں (کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر) یا مطلقاً جرح کو تعدیل پر مقدم مان لیں تو پھر ہمارے ائمہ میں سے بھی کوئی صحیح سالم نہیں بچے گا اس لئے کہ کوئی بھی امام ایسا نہیں کہ جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور ان کے بارے میں ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

اور دوسرے مقام پر علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ ولکن قولی ان الضابطۃ ما نقولہ من ان ثابت العدالۃ لا یلتفت فیہ الی قول من تشھد القرائن بانہ متحامل علیہ اما لتعصب مذھبی او غیرہ۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص۱۸۸ ج۱) یعنی ہمارے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو تو پھر اس کے بارے میں کسی ایسے آدمی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جس نے جرح کسی مذہبی تعصب وغیرہ کی وجہ سے کی ہو۔

اور پھر حافظ ابن عبد البر مالکیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ الصحیح فی ھذا الباب ان من ثبتت عدالتہ وصحت فی العلم امامتہ وبالعلم عنایتہ لم یلتفت الی قول احد الخ (ص۱۸۸ ج۱) یعنی جرح وتعدیل کے باب میں صحیح بات یہ ہے کہ جس کی عدالت، امامت اور علم کے ساتھ تعلق ثابت ہو چکا ہو تو پھر اس کے بارے میں کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔

اور پھر اس کے بعد حافظ ابن عبد البر کی بعض باتوں پر گرفت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ قلت عرفناک اولاً ان الجارح لا یقبل منہ الجرح وان فسرہ فی حق من غلبت طاعتہ علی معاصیہ ومادحوہ علی

ذامیه ومرکوه علی جارحیه اذا کانت هناك قرینة یشهد العقل بان مثلها حامل علی الوقیعة فی الذی جرحه من تعصب مذهبی اومنافسة دنیویة کما یکون من النظراء وغیر ذلك (طبقات الشافعیة الکبری ص۱۹۰ ج ۱).

یعنی پہلے ہم نے تم کو بتلا دیا کہ جس کی نیکیاں اس کے گناہوں پر غالب ہوں اور تعریف کرنے والے مذمت کرنے والوں سے اور صفائی پیش کرنیوالے جرح کرنے والوں سے زیادہ ہوں تو ایسے آدمیوں کے بارے میں کسی کی جرح مقبول نہیں ہوگی اگرچہ وہ جرح مفسر کی ہو۔ خاص کر جب اس قسم کا کوئی قرینہ موجود ہو کہ جرح کسی مذہبی اختلاف یا دنیوی دشمنی کی وجہ سے کی گئی ہے۔

اگر اس قاعدے کو مطلقاً قبول کیا جائے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے تو پھر امام مالکؒ کے بارے میں ابن ابی ذئب نے اور امام شافعیؒ کے بارے میں یحییٰ بن معین نے اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سفیان ثوری اور شعبیؒ وغیرہ نے جو کچھ کہا ہے اس کو بھی قبول کر لینا چاہیئے اور یہ ائمہ ساقط الاعتبار ہونے چاہئیں حالانکہ کوئی بھی عاقل اس بات کو قبول نہیں کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اپنے اس اطلاق کے ساتھ کسی کے ہاں بھی مقبول نہیں ہے ورنہ اسی قاعدے کے تحت خود ابن خلدون کی ذات بھی محفوظ نہیں رہ سکتی ہے۔

۲ جہاں تک ان کی دوسری بات کا تعلق ہے کہ ظہور مہدی کی احادیث صحیحین میں موجود نہیں تو یہ بھی کئی وجوہ سے غلط ہے (۱) بخاری ص۴۹۰ ج ۱ و مسلم ص۸۷ ج ۱ میں نزول عیسیٰؑ کے باب میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں وامامکم منکم ہے اور مسلم کی حضرت جابرؓ کی روایت میں فیقول امیرھم ہے شارحین بخاری و مسلم کے حوالوں کے مطابق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مراد امام مہدی ہی ہیں (ملاحظہ ہو اسی کتاب کا باب ثانی عقیدۂ ظہور مہدی محدثین کی نظر میں)

میں) لہذا یہ اعتراض بالکل لغو اور بیکار ہے۔ یاد دہانی کے لئے میں فتح الملہم شرح صحیح مسلم کا حوالہ پھر نقل کرتا ہوں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فیقول امیرھم کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ھو امام المسلمین المھدی الموعود المسعود (ص۳۰۲ ج ۱) کہ مراد امیر سے امام مہدی ہیں

(۲) دوسری بات یہ کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مہدی کا ذکر بخاری و مسلم میں نہیں تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ ہی باطل ہو جب کہ دوسری صحیح احادیث میں اس کا ذکر صراحتاً موجود ہے کیونکہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے یہ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ صرف ہم نے سب صحیح احادیث کو جمع کیا ہے اور کوئی صحیح حدیث ان دونوں کتابوں سے باہر نہیں رہی ہے۔ بلکہ خود ان حضرات کے اقوال موجود ہیں کہ ہم نے صرف صحیح حدیثیں نقل کی ہیں اور بہت سی صحیح احادیث ایسی باقی ہیں جن کو ہم نے نقل نہیں کیا ہے۔ مولانا بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں کہ رہا امام مہدی کی حدیثوں کا صحیحین میں ذکر نہ ہونا تو یہ اہل فن کے نزدیک کوئی جرح نہیں ہے خود ان ہی حضرات کا اقرار ہے کہ انہوں نے جتنی صحیح احادیث جمع کی ہیں وہ سب کی سب اپنی کتابوں میں درج نہیں کی ہیں اسی لئے بعد میں ہمیشہ محدثین نے مستدرکات لکھی ہیں۔

(ترجمان السنۃ ص۳۸۳ ج ۴)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں لکھتے ہیں واعلم انه قد طعن بعض المورخین فی احادیث المهدی و قال انها احادیث ضعیفة ولهذا اعرض الشیخان البخاری ومسلم عن اخراجها فمال هذا المورخ الی انکار ظهور المهدی رأسا (قلت) هذا غلط وشطط (ص۱۹۰ ج ۶) یعنی بعض مورخین (ابن خلدون) نے ظہور مہدی کی

ولایت ڈاٹ نیٹ

احادیث پر طعن کیا ہے کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں اسی لئے بخاری و مسلم نے ان حدیثوں سے اعراض کیا ہے لیکن یہ وجہ بالکل غلط ہے۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ واما تعلل هذا المؤرخ لانكار ظهور المهدی بان الشيخين البخاری ومسلماً لم يخرجا احاديث المهدی فتعلل معلول لا يقبله الا ذو علة فان البخاری ومسلماً لم يستوعبا الاحاديث الصحيحة والآلاف المؤلفة من الاحاديث الصحيحة لم يخرجها البخاری ومسلم وهی صحيحة بلا شك وشبهة عند أئمة الحديث ص۱۹۸ ج۶) یعنی اس مورخ کا ظہور مہدی کی احادیث کے لیے یہ علت بیان کرنا کہ بخاری و مسلم نے ان احادیث کی تخریج نہیں کی ہے خود معلول اور کمزور ہے اس لئے کہ بخاری و مسلم نے صحیح احادیث کا استقصاء نہیں کیا ہے ہزاروں حدیثیں ایسی ہیں کہ جو محدثین کے نزدیک بلاشک و شبہ صحیح ہیں لیکن بخاری و مسلم میں وہ حدیثیں موجود نہیں ہیں۔

خود امام مسلم کا یہ قول ان کی کتاب صحیح مسلم باب التشہد فی الصلوٰۃ میں منقول ہے کہ جب امام مسلمؒ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی ایک لمبی روایت نقل کی تو ان کے شاگرد ابوبکر نے ان سے حضرت ابوہریرہؓ کی اس روایت کے متعلق پوچھا کہ جو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ والی حدیث کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے البتہ واذا قرء فانصتوا کے الفاظ اس میں زائد ہیں کہ ابوھریرہؓ کی اس روایت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے تو فرمایا کہ وہ میرے نزدیک صحیح ہے تو ابوبکر نے پوچھا کہ پھر آپ نے یہاں نقل کیوں نہیں کی تو فرمایا کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہو میں اپنی کتاب میں نقل نہیں کرتا بلکہ میں تو وہ احادیث نقل کرتا ہوں کہ جن پر اجماع ہو۔ الفاظ

یہ ہیں کہ قال ابو اسحٰق قال ابوبکر بن اخت ابی النضر فی هذا الحديث فقال مسلم تريد احفظ من سليمان فقال له ابوبکر فحديث ابی هريرة فقال هو صحيح يعنی واذا قرء فانصتوا فقال هو عندی صحيح فقال لم لم تضعه ههنا فقال ليس كل شیء عندی صحيح وضعتُ ههنا وانما وضعتُ ههنا ما اجمعوا عليه۔ (صحیح مسلم باب التشہد فی الصلوٰۃ ص۱۷۴ ج۱) یعنی ابواسحٰق کہتے ہیں کہ ابوبکر بن اخت ابی النضر نے اس حدیث پر کچھ کہا تو مسلم نے کہا کہ کیا سلیمان سے زیادہ کسی حافظ کو چاہتے ہو تو ابوبکر نے کہا کہ پھر ابوہریرہ کی حدیث کیسی ہے یعنی واذا قرء فانصتوا والی روایت تو مسلم نے کہا وہ میرے نزدیک صحیح ہے تو ابوبکر نے کہا کہ پھر آپ نے یہاں نقل کیوں نہیں کی تو فرمایا کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہو میں یہاں نقل نہیں کرتا بلکہ یہاں تو میں وہ نقل کرتا ہوں جس پر اجماع ہو۔

اور علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی شروط الائمۃ الخمسۃ میں لکھتے ہیں واما البخاری رحمه الله فانه لم يلتزم ان يخرج كل ما صح من الحديث حتى يتوجه عليه الاعتراض وكما انه لم يخرج عن كل من صح حديثه ولم ينسب الى شیء من جهات الجرح وهم خلق كثير يبلغ عددهم نيفاً وثلاثين الفاً لان تاريخه يشتمل على نحو من اربعين الفاً وزيادة وكتابه فی الضعفاء دون السبع مائة ومن خرجهم فی جامعه دون الفين كذا لم يخرج كل ما صح من الحديث ص۲۰۔

یعنی امام بخاریؒ نے اس کا التزام نہیں کیا ہے ہر صحیح حدیث کی تخریج اپنی کتاب میں کریں تاکہ ان پر اعتراض وارد ہو اور جیسے کہ انہوں نے ہر اس آدمی کی حدیثیں نقل نہیں کیں جن کی حدیثیں صحیح ہوں اور اس پر کوئی جرح نہ ہو اور یہ بہت لوگ ہیں جن کی تعداد تقریباً تیس ۳۰،۰۰۰ ہزار سے زائد اسلئے کہ

ولایت ڈاٹ نیٹ

بخاری کی اپنی تاریخ تقریباً چالیس ۴۰،۰۰۰ ہزار افراد پر مشتمل ہے اور ان کی ضعفاء کی کتاب تقریباً سات سو ۷۰۰ آدمیوں پر مشتمل ہے اور جن کی احادیث کی تخریج انہوں نے صحیح بخاری میں کی ہے وہ دو ہزار ۲۰۰۰ سے بھی کم ہیں اسی طرح ہر صحیح حدیث کی بھی تخریج نہیں کی۔

اور پھر اس کی دلیل میں بخاریؒ کا یہ قول اپنی مسلسل سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ کنت عند اسحق بن راهویه فقال لنا بعض اصحابنا لو جمعتم کتابا مختصرا لسنن النبی صلی الله علیه وسلم فوقع ذلك فی قلبی فاخذت فی جمع هذا الكتاب فقد ظهر ان قصد البخاری كان وضع مختصر فی الصحیح ولم یقصد الاستیعاب لا فی الرجال ولا فی الحدیث (ص۲۱)۔ یعنی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں امام اسحٰق بن راہویہ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا کہ اگر تم احادیث کی ایک مختصر کتاب جمع کر لیتے تو اچھا ہوتا تو یہ بات میرے دل کو لگی علامہ مقدسی فرماتے ہیں کہ بخاری کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ان کا قصد ایک مختصر کتاب جمع کرنے کا تھا نہ صحیح اور ثقہ راویوں کا استیعاب مقصود تھا اور نہ صحیح احادیث کا۔

اور امام ابو عبداللہ حاکم نے مستدرک کے اول میں دونوں کے متعلق لکھا ہے کہ ولم یحکما ولا واحد منهما انه لم یصح من الحدیث غیرما اخرجه الخ (مستدرک حاکم ص۲ ج۱) یعنی نہ بخاری و مسلم نے اور نہ ان میں سے کسی ایک نے یہ کہا ہے کہ صرف وہی احادیث صحیح ہیں کہ جو انہوں نے نقل کی ہیں۔

امام بخاریؒ و مسلمؒ کے ان اقوال سے اور محدثین کی تصریحات سے یہ بات

بالکل پورے طریقے پر ثابت ہوتی کہ صحیح احادیث صرف وہ نہیں ہیں جو بخاری و مسلم میں منقول ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی اور بہت سی احادیث صحیح ہیں کہ جن کی تخریج بخاری و مسلم نے نہیں کی ہے۔

اب اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی کہ ظہور مہدی کی احادیث اگر بالفرض بخاری و مسلم میں نہ ہوں تو یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ ابن خلدون اور اختر کاشمیری کے اس اعتراض پر نظر ڈالیں کہ بخاری و مسلم میں ظہور مہدی کی کوئی حدیث نہیں ہے۔

یہی اشکال مولانا مودودی صاحب کو پیش آیا اگرچہ مولانا فی الجملہ ظہور مہدی کے قائل ہیں اور منکرین میں سے نہیں ہیں لیکن لکھتے ہیں کہ درحقیقت جو شخص علوم دینی میں کچھ بھی نظر و بصیرت رکھتا ہو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ جس مسئلے کی دین میں اتنی اہمیت ہو اسے محض اخبار آحاد پر چھوڑا جا سکتا تھا اور اخبار احاد بھی اس درجہ کی کہ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے محدثین نے اپنی احادیث کے مجموعوں میں سے کسی سے ان کا لینا ہی پسند نہ کیا ہو۔ (رسائل و مسائل ص۵۰ ج۱)

لیکن یہ اختر کاشمیری صاحب اور مولانا مودودی صاحب کی غلط فہمی ہے اس لئے کہ نہ ظہور مہدی کی احادیث اخبار احاد ہیں جیسا کہ محدثین کی تصریحات باب ثانی میں گزر چکی ہیں۔ ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں۔

ملاحظہ ہو شرح عقیدۃ السفارینی ص ج۲)

اور نہ بخاریؒ و مسلمؒ نے ان احادیث سے اعراض کیا ہے بلکہ بخاری و مسلم میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ جن سے محدثین کی تصریحات کے مطابق مراد امام مہدی ہی ہیں۔

ابن خلدون اور اختر کاشمیری صاحب کو تو صرف یہ اشکال تھا کہ بخاری و مسلم میں ظہور مہدی کی احادیث نہیں ہیں لیکن مولانا مودودی صاحب کو یہ بھی اشکال رہے کہ مؤطا امام مالکؒ میں ظہور مہدی کی احادیث کیوں نہیں۔

لیکن یہ اشکال وہ آدمی کر سکتا ہے کہ جس نے مؤطا امام مالک کا صرف نام سنا ہو اور خود اس کا مطالعہ نہ کیا ہو۔ اس لئے کہ مؤطا امام مالک کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ دین کے سینکڑوں مسائل و معتقدات ایسے ہیں کہ جن کے متعلق مؤطا امام مالک میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ لیکن آج تک پوری امت میں سے بشمول مالکیہ کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا ہے کہ فلاں مسئلے کو ہم نہیں مانتے ہیں یا یہ کہ فلاں مسئلہ کمزور ہے اس لئے کہ مؤطا امام مالک میں اس کے متعلق کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ کیوں کہ مؤطا امام مالک تو احادیث مرفوعہ کا ایک نہایت مختصر مجموعہ ہے باقی مرسل روایات اور آثار و اقوال تابعین ہیں اور آثار و اقوال بھی صرف وہ کہ جنکا تعلق فقہی احکام یعنی دین کے عملی حصہ کے ساتھ ہے۔ نظری اور اعتقادی قسم کی احادیث تو مؤطا میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے اعتراضات کی جرأت وہ آدمی کر سکتا ہے کہ جس کا فن حدیث سے کوئی خاص تعلق نہ ہو ورنہ حدیث کے کسی مجموعہ میں کسی حدیث کا نہ ہونا آج تک محدثین کے نزدیک قابل اعتراض نہیں رہا ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِیْ السَّبِیْلَ۔

۳ اسی طرح ان کی تیسری بات کہ صحیح احادیث میں مہدی کی تصریح تھیں بھی قابل تسلیم نہیں اس لئے کہ باب اول میں ہم ابوداؤد، ترمذی مسند احمد۔ مستدرک حاکم کے حوالے سے وہ حدیثیں مع تحقیق سند کے نقل کر چکے ہیں کہ جو صحیح بھی ہیں اور جن میں مہدی کی تصریح بھی ہے۔ اس اشکال کا اسی جواب سے ملا جلا جواب مولانا بدر عالم میرٹھی نے دیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ بھی تسلیم نہیں کہ صحیح حدیثوں میں امام مہدی

کا نام مذکور نہیں ہے کیا وہ حدیثیں جن کو امام ترمذیؒ وابوداود وغیرہ جیسے محدثین نے صحیح و حسن[1] کہا ہے صرف محقق موصوف کے بیان سے صحیح ہونے سے خارج ہو سکتی ہیں دوم: یہ کہ جن حدیثوں کو محقق موصوف نے بھی صحیح تسلیم کر لیا ہے۔ اگر وہاں ایسے ..... قوی قرائن موجود ہیں جن سے اس شخص کا امام مہدی ہونا تقریباً یقینی[2] ہو جاتا ہے تو پھر امام مہدی کے لفظ کی تصریح ہی کیوں ضروری ہے۔

سوم: یہاں اصل بحث مصداق میں ہے مہدی کے لفظ میں نہیں۔ پس اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں ایک خلیفہ کا ہونا اور اس کا خاص صفات کا حامل ہونا جو بقول روایت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے شخص میں بھی نہیں، ثابت ہو جاتا ہے، تو بس اہل سنت والجماعت کا مقصد اتنی بات سے پورا ہو جاتا ہے کیونکہ مہدی تو صرف ایک لقب ہے علم اور نام نہیں ہے اور یہ آپ ابھی معلوم کر چکے ہیں کہ مہدی کا لفظ بطور لقب کے دوسرے اشخاص پر بھی اطلاق کیا گیا ہے .... اگرچہ سب میں کامل مہدی وہی ہیں جن کا ظہور آئندہ زمانے میں مقدر ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ جس طرح دجال کا لفظ حدیثوں میں ستر مدعیانِ نبوت کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے مگر دجالِ اکبر وہی ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ ہاں اس لقب کی

---

[1] صرف صحیح و حسن ہی نہیں بلکہ دوسرے محدثین نے متواتر کہا ہے جیسے کہ باب ثانی میں گذر گیا ہے۔ نظام الدین۔

[2] خاص کر اس صورت میں کہ شارحین بخاری و مسلم کے نزدیک مراد امام مہدی ہی ہیں جیسے کہ باب ثانی میں شارحین بخاری و مسلم کے حوالہ جات تفصیل سے گذر چکے ہیں۔ نظام الدین

زد اگر پڑتی ہے تو ان اصحاب[1] پر پڑتی ہے کہ جو مہدی کے ساتھ ساتھ کسی قرآن کے منتظر بیٹھے ہیں (ترجمان السنۃ صفحہ ۳۶۳ ج ۴)

اور اسی اشکال کے جواب میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ

وقد اخرج الحافظ السیوطیؒ ہذہ الاحادیث التسعین بطولہا فی العرف الوردی وفی ستۃ وثلاثین حدیثاً منہا ورد اسم المہدی صریحاً والباقی منہا جاء باسم الخلیفۃ وباوصافہ التی وردت فی الاحادیث فبطل بہذا قول المؤرخ المذکور بان احادیث المہدیؑ جاءت مبہمۃ لیس فیہا تصریح اسم المہدی والمبہم یحمل علی المفصل بالاجماع اذا کان الحدیث واحداً والاحادیث التی لم یقع فیہا صراحۃ بل مبہما واشارۃ تحمل علی الاحادیث المفصلۃ التی ورد فیہا اسم المہدی صراحۃً فان المفسر یقضی علی المبہم وکیف وان ایراد ائمۃ الحدیث ہذہ الاحادیث المبہمۃ فی باب ذکر المہدی دلیل علی ان ہذہ الاحادیث المبہمۃ الدالۃ علی خروج الخلیفۃ العادل فی آخر الزمان کلہا محمولۃ علی المہدی عند أئمۃ الحدیث۔

(تعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۹۸ ج ۶)

یعنی علامہ سیوطیؒ نے ظہور مہدی کی ان نوّے ۹۰ احادیث کی تخریج اپنے رسالہ العرف الوردی میں کی ہے جن میں تینتیس ۳۳ احادیث کی تخریج میں مہدی کا نام صراحۃً موجود ہے اور باقی احادیث خلیفہ کے لفظ اور ان اوصاف کے ساتھ وارد ہوئی ہیں کہ جو مہدی کی احادیث میں ہیں۔ سیوطی کے اس بیان سے ابن خلدون کا یہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے کہ مہدی کی احادیث مبہم ہیں اور ان میں نام

[1] مراد اہل تشیع ہیں۔ نظام الدین

کی صراحت موجود نہیں ہے۔ نیز یہ کہ مبہم کو مفصل پر بالاتفاق حمل کیا جاتا ہے جب حدیث ایک ہو لہٰذا وہ احادیث کہ جو مبہم ہیں یا ان میں اشارۃً مہدی کا ذکر ہے ان کو ان مفصل احادیث پر حمل کیا جائیگا کہ جن میں مہدی کا نام صراحتاً وارد ہوا ہے اس لئے کہ مفسر قاضی ہوتا ہے مبہم پر۔ نیز محدثین کا ان مبہم احادیث کو مہدی کے باب میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احادیث مبہم جو ایک آخر زمانے میں ایک خلیفۂ عادل کے ظہور پر دلالت کرتی ہیں محدثین کے نزدیک مہدی ہی پر محمول ہیں

اس تفصیل سے ابن خلدون کے تینوں اعتراضات کا جواب علی الوجہ الاتم ہو جاتا ہے کہ نہ تو جرح مطلقاً تعدیل پر مقدم ہے جیسا کہ ابن خلدون کا دعوٰی ہے اور نہ مہدی کی سب احادیث ضعیف ہیں اور نہ مبہم ہیں۔ نیز یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ اگر سب احادیث ضعیف بھی ہوتیں تو بھی بالکلیہ ظہور مہدی کا انکار صحیح نہ ہوتا کیوں کہ محدثین کے ہاں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب کسی حدیث کی روایات کی کثرت ہو جاتی ہے تو اگرچہ وہ ضعیف ہوں لیکن پھر بھی اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور موجود ہے چنانچہ ابو عبد اللہ حاکم نے مستدرک میں یہ قاعدہ بیان کیا ہے اور ان سے ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ میں نقل کیا ہے کہ قال الحاکم فی المستدرک اذا کثرت الروایات فی حدیثٍ ظہر ان للحدیث اصلاً (صفحہ ۳ ج ۱)

یعنی حاکم نے مستدرک میں کہا ہے کہ جب کسی حدیث کی روایات کثیر ہو جاتی ہیں تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ حدیث کے لیے اصل موجود ہے۔ اب اس قاعدہ کے لحاظ سے اگر آپ غور فرمائیں گے تو بھی ظاہر ہو جائیگا کہ مہدی کی احادیث اگر

ولایت ڈاٹ نیٹ

بالفرض سب کی سب ضعیف ہوں تب بھی اُن کی اصل موجود ہے اس لیے کہ مہدی کی احادیث کی تعداد نوّے ۹۰ تک پہنچتی ہے جن میں سے تینتیس ۳۳ میں مہدی کی صراحت بھی موجود ہے اور تقریباً پچیس ۲۵ صحابہ و تابعین سے مروی ہیں کما فی تعلیق الصبیح ص۱۹۷ ج ۶ اس لیے اس کو بالکل بے اصل کہنا صحیح نہیں ہے۔

جناب اختر کاشمیری کا ایک منفرد اشکال

اختر کاشمیری صاحب کو ایک منفرد اشکال یہ بھی ہے کہ مہدی کا ذکر قرآن میں موجود نہیں ہے چنانچہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ: مہدی کے ذکر سے قرآن خالی ہے قرآن میں مہدی کا کوئی ذکر نہیں حالانکہ قرآن میں عقیدہ کی ہر بات موجود ہے تو اس صورت میں جو لوگ ظہور مہدی کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے نزدیک قرآن کی کیا اہمیت ہوگی۔ یہ اختر کاشمیری صاحب کا اشکال ہے اس کو بار بار پڑھئے اور آپ پرویزیوں کے ان اعتراضات پر بھی نظر ڈالیے جو وہ حدیث کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ آپ کو ذرہ برابر فرق محسوس نہیں ہوگا۔

یہ بعینہ وہی حالت ہے جس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے دی تھی (مشکوٰۃ ابی داؤد) مستدرک حاکم ابو داؤد ابن ماجہ اور دارمی میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قال لا الفین احدکم متکئاً علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول ما ادری ماوجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ اور مستدرک کی دوسری روایت میں اس کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ ماوجدنا فی کتاب اللہ عملنا بہ والا فلا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں وھذا کتاب اللہ ولیس ھذا فیہ (مستدرک حاکم ص۱۰۸ و ص۱۰۹ ج۱) واللفظ لہ۔ وابن ماجۃ عن ابی رافع ص۳

باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو داؤد باب فی لزوم السنۃ ص۲۳۳ ج۲) ومشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الثانی ص۲۹ ج۱ ومفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ عن البیہقی ص۱۱ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس حال میں کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے ہو اور میرا کوئی امر اس کے پاس آئے جس میں میں نے کسی چیز کا حکم دیا ہو یا کسی چیز سے منع کیا ہو تو وہ کہہ دے کہ میں تو اس کو نہیں جانتا ہم تو جو قرآن میں پائیں گے اس کو مانیں گے اور جو قرآن میں نہیں ہوگا اس کو نہیں مانیں گے۔ تو گویا اختر صاحب کے اعتراض کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اگر قرآن میں مہدی کا ذکر ہوتا تو ہم مانتے لیکن چونکہ قرآن میں نہیں ہے اسلئے ہم مان نہیں سکتے۔ اللہ ہدایت نصیب فرمائے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ

اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عمران رضی اللہ عنہ بن حصین نے فرمایا تھا کہ کیا نماز کی رکعتوں کی تعداد اور زکوٰۃ کے مقادیر تمہیں قرآن میں ملتے ہیں روایت کے الفاظ یہ ہیں جس کی صحت پر حاکمؒ اور ذہبیؒ دونوں متفق ہیں حدثنا الحسن قال بینما عمران بن حصین یحدث عن سنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ رجل یا ابا نجید حدثنا بالقرآن فقال لہ عمران انت واصحابک یقرؤن القرآن أکنت محدثی عن الصلوٰۃ ومافیھا وحدودھا أکنت محدثی عن الزکوٰۃ فی الذھب والابل والبقر واصناف المال ولکن قد شھدت وغبت انت ثم قال فرض علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الزکوٰۃ کذا کذا وقال الرجل احییتنی

ولایت ڈاٹ نیٹ

احیاک اللہ قال الحسن فامات ذلک الرجل حتی صار من فقہاء المسلمین (مستدرک الحاکم ص۱۹ و ص۱۱۰ ج۱)

اور امام سیوطیؒ نے مفتاح الجنۃ میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے عن شبیب بن ابی فضالۃ المکی ان عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر الشفاعۃ فقال لہ رجل من القوم یا ابا نجید انکم تحدثونا باحادیث لم نجد لھا اصلاً فی القرآن فغضب عمران وقال للرجل قرأت القرآن قال نعم قال فھل وجدت فیہ صلاۃ العشاء اربعاً ووجدت المغرب ثلاثاً والغداۃ رکعتین والظھر اربعاً والعصر اربعاً قال لا قال فعن من اخذتم ذلک الستم عنا اخذتموہ واخذناہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوجدتم فیہ من کل اربعین شاۃ شاۃ وفی کل کذا بعیراً کذا وفی کل کذا درھماً کذا قال لا قال فعن من اخذتم ذلک الستم عنا اخذتموہ واخذناہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال اوجدتم فی القرآن وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ اوجدتم فیہ فطوفوا سبعاً وارکعوا رکعتین خلف المقام اوجدتم فی القرآن لا جلب ولا جنب ولا شغار فی الاسلام اما سمعتم اللہ قال فی کتابہ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا قال عمران فقد اخذنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشیاء لیس لکم بھا علم الخ۔ یعنی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے شفاعت کے بارے میں ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے کہا اے ابو نجید (کنیت عمران بن حصینؓ) تم ہمیں ایسی احادیث سناتے ہو کہ جن کی کوئی اصل قرآن میں موجود نہیں ہے تو

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور اس آدمی سے کہا کیا تم نے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا ہاں تو فرمایا کہ کیا تو نے قرآن میں یہ دیکھی کہ عشاء کی چار رکعتیں اور مغرب کی تین اور صبح کی دو اور ظہر و عصر کی چار چار رکعتیں ہیں اس آدمی نے کہا کہ نہیں تو فرمایا کہ کیا تم نے یہ ہم سے نہیں سیکھیں اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھیں پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں دیکھا ہے کہ چالیس بکریوں میں زکوٰۃ کی ایک بکری ہوتی ہے اور اونٹوں میں اتنے اونٹ اور دراہم میں اتنے دراہم تو اس آدمی نے کہا کہ نہیں تو فرمایا کہ کیا یہ تم نے ہم سے نہیں سیکھے اور ہم نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور پھر فرمایا کہ تم قرآن میں پاتے ہو کہ طواف کرو بیت اللہ کا لیکن کیا قرآن میں ساتھ یہ بھی ہے کہ سات طواف کرو اور پھر دو رکعت نماز پڑھو اور پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں یہ حکم دیکھا ہے کہ نہ عاشر مال والے کو تکلیف دے اور نہ مال والا عاشر کو اور نہ جلب اور جنب ہے اسلام میں (یہ دو فقہی اصطلاحیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں) اور پھر فرمایا کہ کیا تم قرآن میں نہیں پڑھتے ہو کہ رسول تم کو جو کچھ دے اس کو لو اور جس چیز سے تمہیں منع کرے اس سے رک جاؤ اور پھر حضرت عمران بن حصینؓ نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی چیزیں سیکھی ہیں جن کا تمہیں علم نہیں۔

حضرت عمران بن حصینؓ کی اس حدیث سے واضح ہوا کہ عقائد و اعمال کا ثبوت صرف قرآن سے نہیں ہوتا بلکہ احادیث سے بھی اعمال و عقائد ثابت کیے جا سکتے ہیں اس لئے کہ جو مثالیں حضرت عمران بن حصینؓ نے پیش کی ہیں ان میں سے ہر عمل کی دو حیثیتیں ہیں ایک عملی اور ایک اعتقادی اور یہ دونوں احادیث سے ثابت ہیں مثلاً ظہر کی نماز کی ایک تو عملی حیثیت

ہے کہ چار رکعت فرض پڑھے جائیں اور ایک اعتقادی حیثیت ہے کہ چار رکعت نماز کا اعتقاد رکھا جائے کہ ظہر کی چار رکعتیں ہیں اور یہ دونوں چیزیں ایک جیسی فرض ہیں مثلاً اگر کوئی آدمی ظہر کی نماز کی چار رکعتوں کا انکار کرلے اور یہ کہے کہ ظہر کی نماز دو رکعت فرض ہے تو اس اعتقاد سے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا تو معلوم ہوا کہ ان اعمال کی دونوں حیثیتیں جو فرض ہیں حدیث ہی سے ثابت ہیں۔

اسی طرح بخاری و مسلم دونوں کے حوالے سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ مشہور حدیث نقل کی ہے کہ أخرج الشیخان عن ابن مسعودؓ انہ قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ تعالیٰ فبلغ ذلک امرأۃ یقال لہا ام یعقوب فجاءت فقالت انہ بلغنی أنک قلت کیت وکیت فقال ما لی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی کتاب اللہ فقالت لقد قرأت ما بین اللوحین فما وجدتہ قال ان کنت قرأتیہ فقد وجدتیہ اما قرأت وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا قالت بلیٰ قال فانہ نھی عنہ (مفتاح الجنۃ ص۱۹ وص۲۰ وبخاری باب المستوشمۃ ص۸۸ ج۲ ومسلم ص۲۰۵ ج۲ باب تحریم فعل الواصلۃ کتاب اللباس۔

عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت میں بھی وہی بات ہے کہ جو عمران بن حصینؓ کی روایت میں گذر چکی ہے آپ ان احادیث کو پڑھیں اور اس کے بعد جناب اختر کاشمیری صاحب کے اعتراض پر نظر ڈالیں اور اس کے ساتھ مولانا مودودی

صاحب کی اس عبارت پر بھی نظر ڈالئے مولانا نے بھی دبے لفظوں میں تقریباً وہی بات کہی ہے جو کہ اختر کاشمیری صاحب نے کھلے لفظوں میں کی تھی لکھتے ہیں اب مہدی کے متعلق خواہ کتنی ہی کھینچ تان کی جائے بہرحال ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اسلام میں اس کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اس کے جاننے اور ماننے پر کسی کے مسلمان ہونے اور نجات پانے کا انحصار ہو۔ یہ حیثیت اگر اسکی ہوتی تو قرآن میں پوری صراحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی دو چار آدمیوں سے اس کو بیان کر دینے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ پوری امت تک اسے پہنچانے کی سعی تبلیغ فرماتے (رسائل و مسائل ص۵۵ ج۱)

آپ اگر غور اور تعمق سے دیکھیں گے تو یہ بھی تقریباً وہی بات ہے کہ جو اختر کاشمیری صاحب نے فرمائی تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مودودی صاحب اور اختر کاشمیری ایک ہی بیماری میں مبتلا ہیں کہ عقائد سب کے سب قرآن میں مذکور ہونے چاہئیں اور مہدی کے ظہور کا ذکر چونکہ قرآن میں نہیں ہے لہذا یہ ایک من گھڑت قصہ ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لیکن گذشتہ حدیثوں میں یہ بات واضح ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اگر کوئی عقیدہ یا عمل ثابت ہو جائے تو اس کا ماننا بھی لازمی ہوتا ہے یہ تو مولانا اور اختر کاشمیری صاحب بھی تسلیم کرتے ہوں گے کہ قرآن میں بعض چیزوں کا ذکر تفصیلاً ہے اور کچھ چیزیں قرآن میں اجمال کے ساتھ اشارۃً ذکر کی گئی ہیں ورنہ جیسے کہ حدیث میں گذر چکا ہے ہر چیز یعنی عقیدہ و عمل اس تفصیل کے ساتھ قرآن میں کہاں موجود ہیں کہ جس تفصیل کے ساتھ اس پر امت کا اجماع پایا جاتا ہے اسی طرح اگر ظہور مہدی کا ذکر قرآن میں نہیں تو یہ کوئی اعتراض

کی بات نہیں ہے۔

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ بعض مفسرین کی صراحت کے مطابق ظہورِ مہدی کا ذکر اجمالاً قرآن میں بھی موجود ہے چنانچہ سورۃ الانعام کی اس آیت میں کہ یوم یاتی بعض آیات ربک ۔۔۔ (پارہ ۸) میں علاماتِ قیامت کا اجمالاً بیان ہے اور مفسرین کی تصریح کے مطابق اس میں بہت سی علاماتِ قیامت کی طرف اجمالاً اشارہ ہے جس میں سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دابۃ الارض کا خروج، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ شامل ہیں، اسی طرح اس میں خروجِ مہدی کی طرف بھی اجمالاً اشارہ ہے، جیسا کہ ہم علامہ سیوطیؒ کی تفسیر درِ منثور کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں ملاحظہ ہو اسی کتاب کا صفحہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ظہورِ مہدی بھی دوسرے بہت سے مسائل کی طرح اجمالاً قرآن کریم میں مذکور ہے۔

جناب اختر کاشمیری صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ حدیث نبوی کو بھی دیکھئے اگر اس پر (یعنی ظہور مہدی) کوئی صحیح یا متواتر حدیث مل جائے تو اسے ماننا پڑے گا ورنہ اس کو نہ ماننے سے حدیثِ نبوی کا انکار لازم آتا ہے میں قارئین سے درخواست کرونگا کہ جناب اختر کاشمیری کے ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد آپ اس کتاب کے باب ثانی پر دوبارہ نظر ڈالیں اور دیکھئے کہ محدثین کے ہاں ظہور مہدی کی احادیث کا کیا مرتبہ ہے صحت کے قائل تو سب محدثین بالاجماع ہیں اور اکثر تواتر کے قائل ہیں جیسے کہ شارح عقیدہ سفارینی کا قول ہم نقل کر چکے ہیں کہ ان احادیث ظهور المهدی قد بلغت فی الکثرۃ حد التواتر وقد تلقاها الامة بالقبول فیجب اعتقاده الخ ص ۔۔ ج ۲ والبحث بکماله فی شرح عقیدة السفارینی

من ص ۔۔ ج ۲ الی ص ۔۔ ج ۲ من حیث الروایة۔ کہ ظہور مہدی کی احادیث حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ اسی طرح دوسرے محدثین کے اقوال بھی گذر چکے ہیں۔ اور اگر یہ الفاظ صرف نوکِ قلم سے نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے نکلے ہیں تو اس کتاب کے باب اول وثانی پر نظر ڈال کر اپنی رائے پر نظر ثانی فرمائے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه۔

کچھ باتیں جناب اختر کاشمیری صاحب کے مضمون میں ایسی ہیں کہ جو ان کی ذہنی اختراع ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ

جس طرح پہلے لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ چودھویں صدی ختم ہوتے ہی قیامت آجائے گی چودھویں صدی ختم ہو گئی مگر قیامت نہیں آئی جس طرح یہ گھڑا ہوا عقیدہ تھا اسی طرح ظہور مہدی کا واقعہ بھی ایک من گھڑت عقیدہ ہے۔ اسی کا نام ہے بناء فاسد علی الفاسد ان دونوں باتوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں اگر کسی نے غلط طور پر مشہور کر دیا کہ چودھویں صدی ختم ہوتے ہی قیامت آئے گی اور چودھویں صدی ختم ہو گئی مگر قیامت نہ آئی تو اس سے یہ کہیں لازم آتا ہے کہ قیامت کی علامات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں اور محدثین کا ان صحیح سندوں سے پہنچیں جیسا کہ ظہور مہدی، یہ بھی من گھڑت اور جھوٹ ہے۔

نیز یہ کہ ان دونوں باتوں میں بڑا بنیادی فرق ہے چودھویں صدی کے ختم ہونے پر قیامت کے آنے کی پیشین گوئی مرزا غلام احمد قادیانی نے کی تھی اور اس کو اپنا الہام ظاہر کیا تھا اور پھر قادیانیوں نے اس کو مشہور کر دیا اور جہال میں یہ بات خوب مشہور ہوئی کہ چودھویں صدی کے اختتام پر قیامت قائم ہو جائیگی تو اس کا جھوٹ ہونا اب ہر ایک پر ظاہر ہوا اس لئے کہ

ولایت ڈاٹ نیٹ

اب ہم سب پندرہویں صدی ہجری میں سانس لے رہے ہیں۔

بخلاف اس کے ظہور مہدی کا عقیدہ صحیح اور متواتر احادیث سے ثابت ہے اور پوری امت کے مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے تو کیا کسی عاقل کی نظر میں ان دونوں باتوں کا وزن ایک جیسا ہو سکتا ہے ایک نبی صادق کی پیشین گوئی ہے جو صحیح اور متواتر اسناد سے ہم تک پہنچی اور دوسری دجال وکذاب کی پیشین گوئی تھی جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذلیل وخوار اور جھوٹا کر دکھایا دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ پہلی بات کی تکذیب سے قادیانی کی تکذیب ہوتی ہے جو ضروری اور جزو ایمان ہے اور دوسری کی تکذیب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی تکذیب ہوتی ہے۔ شتان ما بینہما۔

نیز چودھویں صدی میں قیام قیامت والی بات کی پشت پر کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں اور ظہور مہدی کے متعلق پر نوے ۹۰ روایات جن کو پچیس ۲۵ صحابہ وتابعین نقل کرتے ہیں موجود ہے اور پوری اُمت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

نیز اختر صاحب لکھتے ہیں کہ مشہور ہے کہ ان کی پہچان یہ ہوگی (یعنی مہدی کی) کہ وہ ایٹمی اسلحہ سے بے نیاز ہو کر تلوار سے جنگ کریں گے ان کی پھونکوں میں اتنی طاقت ہوگی کہ جہاں تک ان کی نظر جائے گی وہاں تک ان کی پھونک پہنچے گی۔

خدا جانتا ہے کہ یہ باتیں کہاں اور کس حدیث میں ہیں اور کہاں سے اختر صاحب نے لکھی کیوں کہ کسی صحیح روایت میں نہ تو اس کی نفی ہے کہ وہ ایٹمی اسلحہ استعمال نہیں کریں گے اور نہ یہ ذکر ہے کہ ان کی پھونکوں میں یہ طاقت ہوگی۔ ہاں البتہ ان کے غزوات کا ذکر احادیث میں ہے۔ اور اگر احادیث میں تلوار کا ذکر ہو تو اس سے اس کی نفی کہاں لازم آتی ہے کہ وہ کسی دوسری قسم کا اسلحہ

استعمال نہیں کریں گے اور اس کا ثبوت کہاں ہے کہ موجودہ حالت میں دنیا اپنے اس ایٹمی دور کے ساتھ اس وقت بھی موجود رہے گی کیا بعید ہے کہ یہ سب کچھ ختم ہو جائے اور انسان پھر حالت اولیٰ کی طرف لوٹ جائے جس میں جنگ کے وہی اوزار وآلات ہوں گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے اگر اس چیز کو اعتراض کا ذریعہ بنایا جائے کہ مہدی کی احادیث میں تلوار کا ذکر ہے تو یہی اعتراض پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی احادیث پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں بھی اس کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلوار سے قتل کریں گے حالانکہ ان احادیث کی صحت کے اختر صاحب بھی قائل معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ ان کی عبارت پہلے ہم نے نقل کی ہے۔

اپنے مضمون میں ایمان بالشہود کی سرخی قائم کر کے کاشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ خدا کے نبی کے بعد کسی شخص پر ایمان بالغیب ممکن نہیں جب تک اس کے بارے میں اللہ کے رسول کا کوئی معتبر ارشاد سامنے نہ آ جائے۔

لیجئے محدثین کی تصریحات کے مطابق ایک نہیں کئی صحیح احادیث موجود ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت جو باب اول میں گذر چکی ہے وہ تو محدثین کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہے جیسا کہ باب ثانی میں تحفۃ الاحوذی کے حوالے سے گذر چکا ہے۔

اور ام سلمہؓ کی روایت جو ابو داؤد کے حوالے سے گذر چکی ہے ابو داود، منذری، ابن قیم وغیرہ سب نے اس پر سکوت کیا۔ جو محدثین کی اصطلاح کے مطابق اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے اور عون المعبود میں اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ وفی الاذاعۃ رجالہ رجال الصحیحین لا مطعن فیہم لا مغمز منہ اھ ۔ کہ اس روایت کے روای سب صحیحین یعنی بخاری ومسلم

ولایت ڈاٹ نیٹ

کے راوی ہیں کوئی جرح اور طعن نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔ بلکہ صحت کو چھوڑیئے محدثین کے ہاں تو ظہور مہدی کی احادیث متواتر ہیں اور انکار کرنے والے بھی جانتے ہیں کہ احادیث بہت زیادہ ہیں لیکن ہر حدیث میں منکرین حدیث کی طرح کوئی نہ کوئی کیڑا ضرور نکالا جاتا ہے یا کسی راوی پر جرح نقل کی جاتی ہے اگرچہ وہ راوی بخاری و مسلم کا ہو اور سب کے نزدیک ثقہ ہو۔ لیکن تعدیل کے اقوال کو چھوڑ کر صرف جرح نقل کی جاتی ہے تاکہ ضعف کو ثابت کیا جائے حالانکہ جہاں سے ضعف کا قول نقل کیا جاتا ہے اس کے آگے پیچھے تعدیل کے اقوال کا انبار ہوتا ہے جن کو دیکھ کر بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں

ضد ہے جناب شیخ تقدس مآب کو

اختر صاحب لکھتے ہیں کہ بہر حال واضح ہے کہ پندرھویں صدی کا استقبال کرنے والا طبقہ گذشتہ تمام اعتبار سے بہر حال مختلف ہے اس کے مسائل جدا، سوچ منفرد، انداز فکر انوکھا اور کسی چیز کو قبول کرنے کا طریقہ بھی الگ ہے۔ یہ طبقہ اگر ایسا مطالبہ کرتا ہے تو بیجا نہیں بجا ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ "یہ میرے ذاتی خیالات کا خلاصہ نہیں بلکہ اس جدید طبقہ کے جذبات کا عکس ہے سائنسی دور کے دل و دماغ پر لگی چھاپ کو بلا دلیل نہ تو بدلا جا سکتا ہے اور نہ ہی لاشعور سے کھرچ کر نکالنا ممکن ہے۔ اب ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ مسئلے کے تمام پہلو سامنے لاکر رکھ دیئے جائیں اور قبول نا قبول کا فیصلہ اس طبقے پر چھوڑ دیا جائے"۔

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ علمی یا اعتقادی مسئلے کے متعلق دلیل طلب کی جائے

کہ اس کا ثبوت کس چیز سے ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی کے دل و دماغ پر اگر سائنسی چھاپ لگی ہوئی ہو تو اس کے لئے ہم اپنے معتقدات کو بدلیں یا اس کو ایسے نہج پر لے آئیں کہ ان کے لئے ان کا ماننا ممکن ہو جائے ہم اس کے مکلف نہیں۔ صحیح بات کو دلیل کے ساتھ ذکر کرنا یہ کار نبوت ہے اگر وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتی یا کسی بیرونی چھاپ کی وجہ سے وہ سمجھنا نہیں چاہتا تو اس کے لئے نہ تو کسی اعتقاد کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دلیل کو جانچنے کا وہ طریقہ استعمال کرنا چاہیے جو اختر صاحب کرتے رہے ہیں۔ اس لئے کہ کسی بھی فن کی بات ہو اس کے ماہرین کی رائے کا احترام و اعتبار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس مسئلے میں فن حدیث کے ان ماہرین کی رائے کا اعتبار ہوگا جنہوں نے اپنی زندگیاں اس فن کیلئے وقف کی تحقیق اور اس فن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ اس فن میں نہ میری رائے کا اعتبار ہوگا، نہ جناب اختر کاشمیری صاحب یا کسی اور کی رائے کا۔ بلکہ ہم اگر رائے زنی کریں گے تو یہ خود ہمارے لئے وبال و خسران ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم محدثین کی رائے کا اعتبار کریں۔

تو اب دلیل کے مطالبہ سے مراد اگر دلیل شرعی کا مطالبہ ہے تو وہ پیش کی جا چکی ہے کہ احادیث اس باب میں متواتر ہیں۔ اور دلیل سے مراد اگر عقلی دلیل ہو تو عقل بھی اس کی مخالف نہیں کہ آخر زمانہ میں ایک مجدد پیدا ہو جو دین کی حفاظت اور احیاء سنت کے لئے کام کرے۔ نہ معلوم وہ کونسا سائنسی نظریہ یا فارمولا ہے کہ ظہور مہدی کا عقیدہ اس کی مخالفت کی وجہ سے رد کیا جا رہا ہے یا سائنس کی چھاپ لگے ہوئے دل و دماغ اس کو نہیں سمجھ پا رہے ہیں

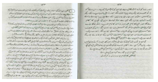

عبدالملک بن عمیر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے عاصم کو عبدالملک پر ترجیح دی
صا ۳۴۱ ج ۶

اور ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ سے عاصم کے متعلق پوچھا
تو کہا کہ ثقہ ہے (صا ۳۴۱ ج ۶)

ابن ابی حاتم کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل، امام
الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین، ابوحاتم، ابوزرعہ جیسے محدثین اور رجال الحدیث
کے نزدیک عاصم ثقہ ہے۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابوحاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ محلہ
الصدق عاصم کا مقام سچ کا ہے۔ میزان الاعتدال صا ۳۵۷ ج ۲)

اور خود ذہبی فرماتے ہیں قلتُ ھو حسن الحدیث وقال احمد
وابوزرعۃ ثقۃ صا ۳۵۷ ج ۲ میں کہتا ہوں کہ وہ حسن الحدیث ہے۔ یعنی
اس کی احادیث حسن ہیں اور احمد و ابوزرعہ نے عاصم کو ثقہ کہا ہے اور پھر کہا
کہ یہ بخاری و مسلم کے راوی بھی ہیں صا ۳۵۷ ج ۲

اور پھر ابن سعد سے بھی عاصم کی ثقاہت نقل کی ہے صا ۳۵۸ ج ۲ میزان
اور حافظ ابن حجر نے تھذیب التھذیب میں یہ سب اقوال نقل کئے ہیں اور ساتھ
عجلی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ وقال العجلی کان صاحب سنۃ
وقراءۃ وکان ثقۃ صا ۳۹ ج ۵ عجلی نے کہا ہے کہ عاصم سنت والے
تھے ثقہ اور قاری تھے۔

اور حافظ نے تھذیب التھذیب میں بزار کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ولا
نعلم احدًا ترکہ صا ۴۰ ج ۵ عاصم کو کسی نے بھی ترک نہیں کیا۔

اور تقریب التھذیب میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عاصم بن بھدلۃ

وھو ابن ابی النجود بنون وجیم الاسدی مولاھم الکوفی ابوبکر
المقری صدوق الخ صا ۱۵۹

ان اقوال سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوئی کہ عاصم بن ابی النجود ائمہ
جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ ہے۔ لہذا ابن خلدون یا اختر کاشمیری کا عاصم
کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ کہ عاصم صحیحین یعنی بخاری و مسلم کے راوی بھی ہیں۔ اگرچہ بخاری و مسلم نے
ان سے مقرون بالغیر حدیثیں نقل کی ہیں لیکن پھر بھی اتنی بات تو ثابت ہوئی کہ
بخاری و مسلم نے ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔ نیز سنن اربعہ میں بھی ان کی
روایتیں منقول ہیں۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ روایت ان روایات میں سے
ہے جن پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے۔ اور یہ قاعدہ خود ابن خلدون نے
بھی نقل کیا ہے کہ ابوداؤد جس روایت پر سکوت کرے وہ قابل اعتبار ہوتی
ہے۔ کما قال ھذا لفظ ابی داؤد وسکت علیہ وقال فی رسالتہ
المشھورۃ ان ما سکت علیہ فی کتابہ فھو صالح (مقدمہ ابن خلدون ۳۱۲)
ابوداؤد نے اس روایت کے نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا ہے
اور ابوداؤد نے اپنے خط میں یہ کہا تھا کہ میں جس روایت پر سکوت کروں وہ
قابل اعتبار ہوگی۔ اور ترمذی نے اس روایت کو حسن اور صحیح کہا ہے۔
ملاحظہ ہو ترمذی کا "باب ماجاء فی المھدی" اور مقدمہ ابن خلدون ۳۱۲
نیز منذری نے تلخیص ابوداؤد میں، علامہ خطابی نے معالم السنن میں
اور امام ابن قیم نے تھذیب السنن میں اس روایت پر کوئی جرح نہیں کی
اور عون المعبود اور تحفۃ الاحوذی میں اس حدیث کو صحیح کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو
عون المعبود صا ۱۴۶ ج ۴۔

ولایت ڈاٹ نیٹ

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک یہ روایت صحیح اور قابل اعتبار ہے۔ لہذا محدثین کے قول کا اعتبار ہوگا نہ کہ ابن خلدون اور ان کے مقلد کاشمیری صاحب کے قول کا کیونکہ لکل فن رجال، مسلّم قاعدہ ہے۔

(۳) تیسری روایت جس پر ابن خلدون نے جرح کی ہے حضرت علیؑ کی وہ روایت ہے جس کو ہم باب اول میں نقل کر چکے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں
عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو لم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللہ رجلاً من اھل بیتی یملأھا عدلاً کما ملئت جوراً (مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۳)

اس روایت میں ابن خلدون نے ایک راوی قطن بن خلیفہ پر کلام کیا ہے اور اس کی وجہ سے روایت کو ضعیف کہا ہے۔ راوی کا اصل نام قطن نہیں بلکہ فطر بن خلیفہ ہے۔ جیسے کہ ابو داؤد کے اصل نسخہ اور رجال کی کتابوں میں لکھا ہے۔ پتہ نہیں یہ ابن خلدون کی غلطی ہے یا کہ کاتب نے تصحیف کی ہے۔ اس طرح ابن خلدون کی تقلید میں اختر صاحب نے بھی غلط نقل کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اختر صاحب نے ابو داؤد کی اصل روایت کی طرف رجوع کی زحمت گوارا نہیں فرمائی بلکہ ابن خلدون ہی پر اعتماد کیا (اگرچہ اختر صاحب نے اپنے پورے مضمون میں یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ ان کا مضمون ابن خلدون سے ماخوذ ہے لیکن ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ان کا پورا مضمون ابن خلدون کی اس فصل کا ترجمہ ہے) لیکن یہ راوی محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

حافظ ابن حجرؒ تقریب التھذیب میں لکھتے ہیں صدوقؒ ص۲۴

یعنی سچے تھے۔ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں: وثقہ احمد وقال ابو حاتم صالح الحدیث ص۳۲۲ ج ۲۔ امام احمدؒ نے توثیق کی ہے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں صالح ہیں۔ ابن سعد نے کہا ہے ثقۃ ان شاء اللہ تعالیٰ (میزان الاعتدال ص۳۲۲ ج ۲) یعنی انشاءاللہ ثقہ ہے۔ اور ذہبیؒ نے امام احمد سے یہ بھی نقل ہے کان فطر عند یحیی ثقۃ۔ (میزان ص۳۲۲ ج ۲) یعنی فطر یحییٰ کے نزدیک ثقہ تھے۔ اور عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے فطر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ ثقۃ صالح الحدیث الخ (میزان ص۳۲۲ ج ۲) یعنی ثقہ اور صالح الحدیث ہے اور صاحب عون المعبود لکھتے ہیں کہ وفی اسنادہ فطر بن خلیفۃ الکوفی وثقہ احمد و یحیی بن سعید القطان و یحیی بن معین والنسائی والعجلی وابن سعد والساجی وقال ابو حاتم صالح الحدیث واخرج لہ البخاری فالحدیث قویؒ۔
(عون المعبود شرح ابو داؤد ص۲۴۳ ج ۴)

وکذا فی ترجمان السنۃ ص۲۸۵ ج ۴ یعنی اس حدیث کے سند میں فطر بن خلیفہ ہے، امام احمد، یحییٰ بن سعید القطان، یحییٰ بن معین، نسائی، عجلی، ابن سعد اور ساجی نے ان کی توثیق کی ہے اور ابو حاتم نے صالح الحدیث کہا ہے اور بخاری نے ان کی حدیثیں نقل کی ہیں بس یہ حدیث قوی ہے۔

تہذیب التھذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے وہ سب اقوال نقل کئے ہیں جن کو ہم پہلے میزان وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں۔ اور عجلی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے وقال العجلی کوفی ثقۃ حسن الحدیث وکان فیہ تشیع قلیل ص۳۰۱ ج ۸ عجلی نے کہا ہے کہ فطر کوفی ہے، ثقہ ہے

اور اچھے حدیث والے ہیں۔ اور ان میں تھوڑا سا تشیع تھا۔ اسی طرح حافظؒ
نے امام نسائیؒ کا قول بھی نقل کیا ہے کہ وقال النسائی لا بأس به
وقال فی موضع آخر ثقة حافظ کیس۔ (تہذیب التہذیب ص۳۰۲ ج۸)
کہ نسائی نے کہا ہے کہ فطر میں کوئی خرابی نہیں اور دوسری جگہ کہا کہ
فطر ثقة حافظ اور ہوشیار ہے۔ نیز حافظ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ
وقال ابو زرعة الدمشقی سمعت ابا نعیم یرفع من فطر ویوثقه
ویذکر انه کان ثبتا فی الحدیث (تهذیب التهذیب ص۳۰۲ ج۸)
یعنی ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے ابونعیم کو سنا ہے کہ وہ فطر کو اونچا
کر رہے تھے یعنی اس کی بڑائی بیان کر رہے تھے اور توثیق کر رہے تھے
اور کہا کہ وہ حدیث میں تثبت والے ہیں۔

نیز حافظ نے لکھا ہے کہ وقال ابن عدی له احادیث صالحة
عند الکوفیین وهو متماسك وارجوا انه لا بأس به ص۳۰۲ ج۸
ابن عدی نے کہا ہے کہ ان کی (فطر کی) کوفیوں کے ہاں احادیث اچھی
ہیں اور ان سے دلیل پکڑی جا سکتی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس میں
کوئی خرابی نہیں ہے۔

ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک فطر بن خلیفہ
ثقہ ہیں اور جن محدثین نے کچھ جرح کی ہے تو وہ تشیع کی بنا پر کی ہے۔
حالانکہ ان کی تشیع کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ کان یقدم علیا علی
عثمان (تهذیب التهذیب ص۳۰۲ ج۸) یعنی حضرت علیؓ کو حضرت
عثمانؓ پر فضیلت میں مقدم سمجھتے تھے۔ اور میزان الاعتدال میں ان کا یہ قول
بھی نقل کیا ہے ما یسرنی ان مکان کل شعرة فی جسدی ملك

فیسبح الله لحبی اهل البیت ص۳۶۳ ج۳
یعنی مجھے محبت اہل بیت کے بدلے یہ پسند نہیں کہ میرے ہر بال کے
بدلے ایک فرشتہ ہوتا اور تسبیح پڑھتا۔ یعنی ان کا تشیع صرف اتنا تھا کہ اہل
بیت سے محبت رکھتے تھے جو ہر مسلمان کے نزدیک جزو ایمان ہے۔ اور
حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت میں مقدم سمجھتے تھے جیسے کہ یہ بعض اہل سنت
سے بھی مروی ہے۔ مقصد اتنی بات سے تشیع بھی ثابت نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ
ضعف کے لئے وجہ بن سکتی ہے۔ جیسے کہ امام الجرح والتعدیل علامہ ذہبی نے
میزان الاعتدال کے ابتدا میں لکھا ہے ان البدعة علی ضربین فبدعة
صغری کغلو التشیع او کالتشیع بلا غلو ولا تحرف فهذا کثیر
فی التابعین وتابعیهم مع الدین والورع والصدق فلو رُدَّ
حدیث هؤلاء لذهب جملة من الآثار النبویة وهذه مفسدة
بینة ص ج ۱

یعنی بدعت دو قسم پر ہے ایک بدعتِ صغریٰ جیسے کہ تشیع غلو کے ساتھ یا
بغیر غلو اور تحریف کے، تو یہ تابعین اور تبع تابعین میں بہت تھا لیکن دینداری،
تقویٰ اور سچائی کے ساتھ تو اگر ان کی حدیثیں رد کر دی جائیں تو احادیثِ نبوی کی
ایک وافر مقدار رد ہو جائے گی اور یہ ظاہراً فساد ہے۔

اس کے بعد علامہ ذہبیؒ نے ابان بن تغلب کی توثیق کی ہے جو کہ حضرت
علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دیتا تھا۔ ملاحظہ ہو میزان ص ج ۱
تو معلوم ہوا کہ تشیع سے بھی عدالت ساقط نہیں ہوتی۔ نیز جب ابان
حضرت علیؓ کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے رہے ہیں اور پھر بھی ثقہ ہے تو
فطر تو صرف حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دے رہے ہیں اور کوئی حرج بھی

صدوق صلا ج ۱۱ ۔ یعنی نسائیؒ نے کہا ہے کہ امام الجرح والتعدیل یحیی بن معین نے ان سے حدیث نقل کی ہے اور ان کو ثقہ کہا ہے اور ابوداؤد نے شیعہ ہونے کے باوجود لا بأس بہ کہا ہے ۔ اور امام احمدؒ نے یحیی بن معین سے نقل کیا ہے کہ شیخ صدوق ثقۃ ؒ تہذیب ص۱۳ ج ۱۱

ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک حارون شیعہ ہونے کے باوجود ثقہ ہیں ۔ نفسِ تشیع وجہ جرح نہیں بن سکتی ۔ جیسا کہ آپ پہلے تفصیل سے اس مسئلے پر محدثین کے اقوال ملاحظہ فرما چکے ہیں ۔

اسی روایت میں ابن خلدون نے ابو اسحٰق السّبیعی پر کلام کیا ہے ۔ لیکن یہ ثقہ ہیں ان کا نام عمرو بن عبداللہ ہے ۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے کہ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور ثقہ و عابد ہیں ۔ البتہ آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا ص۲۶۰ ۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے من ائمۃ التابعین بالکوفۃ و اثباتھم الا انہ شاخ و نسی ولم یختلط (میزان ص۲۱ ج۳)

یعنی ابو اسحٰق ائمہ تابعین اور ثقہ لوگوں میں سے ہیں ۔ البتہ بوڑھا ہونے کی وجہ سے کچھ روایات بھول گئے تھے اور اختلاط نہیں ہوا تھا ۔

اس عبارت میں علامہ ذہبیؒ نے اختلاط کی بھی نفی کر دی ۔ ابن خلدون کا اس روایت پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ابو اسحٰق کی روایت حضرت علیؑ سے منقطع ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی ولادت ہوئی تھی اور حضرت علیؑ کو دیکھا تھا ۔ الفاظ یہ ہیں ورأی علیاً و اسامۃ بن زید الخ (میزان ص۲۱ ج۳)

یعنی حضرت علی و اسامہ کو دیکھا تھا ۔ نیز یہ بخاری و مسلم کے راوی بھی ہیں جن کے رُواۃ کے متعلق خود ابن خلدون نے اپنے بحث کی ابتدا میں یہ قاعدہ بیان کیا

ہے کہ فان الاجماع قد اتصل فی الامۃ علی تلقیھما بالقبول والعمل بما فیھما و فی الاجماع اعظم حمایۃ و احسن دفعا و لیس غیر الصحیحین بمثابتھما فی ذلک (مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۲)

یعنی بخاری و مسلم کی قبولیت اور ان کی احادیث کے معمول ہونے پر امت کا اجماع ہے اور صحیحین کے علاوہ دوسری کتابیں ——— اس مرتبے پر نہیں ہیں ۔ لہذا ثابت ہوا کہ ابو اسحٰق سبیعی ثقہ ہے اور بخاری و مسلم کے راوی ہونے کی وجہ سے امت کا ان کی .... قبولیت و ثقاہت پر اجماع ہے ۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ کو دیکھا تھا لہذا روایت منقطع نہیں ہے حافظ ابن حجرؒ نے بھی تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ روی عن علی بن ابی طالب والمغیرۃ بن شعبۃ وقد رآھما ص۶۳ ج۸

یعنی حضرت علیؑ اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے اور ان دونوں کو دیکھا بھی تھا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت علیؑ کو نہیں دیکھا تھا لیکن یہ قول محدثین کے ہاں ضعیف ہے ۔ چنانچہ حافظ نے اس مذکورہ عبارت کے بعد دوسرے قول کو قیل سے نقل کیا ہے جس میں اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے ۔ نیز حافظؒ نے بغوی سے نقل کیا ہے کہ بغوی نے سند مسلسل کے ساتھ ابو احمد زبیری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لقی ابو اسحٰق علیاً تہذیب ص۶۵ ج ۸

کہ ابو اسحٰق کی ملاقات حضرت علیؑ سے ہوئی تھی لیکن اگر ملاقات نہ بھی ثابت ہو تو بھی ان کی روایت حضرت علیؑ سے امام مسلمؒ اور جمہور کے قول کے مطابق صحیح ہو گی کیونکہ انہوں نے حضرت علیؑ کا زمانہ پایا

ایک اعتراض اس روایت پر یہ ہے کہ حارون بن المغیرہ اور ابو داؤد کے درمیان کا راوی بھی معلوم نہیں ہے اور یہ بھی انقطاع ہے لیکن یہ بھی صحیح

ولایت ڈاٹ نیٹ

نہیں ہے اس لئے کہ ہارون کی یہ روایت ابو داؤد نے اصالتاً نقل نہیں کی ہے بلکہ ماقبل والی روایتوں کی تائید کے لئے اس کو لائے ہیں اس لئے یہ انقطاع مضر نہیں۔ نیز یہ کہ ابو داؤد کے سکوت کے بعد روایت پھر بھی درجہ حسن کی ہے

(۵) پانچویں روایت جس پر ابن خلدون نے مقدمہ میں کلام کیا ہے وہ بھی حضرت علیؓ ہی کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ الحارث علی مقدمتہ رجل یقال لہ المنصور الخ مقدمہ

اس روایت پر اعتراض یہ ہے کہ اس میں ابو الحسن اور ھلال بن عمر مجہول ہیں۔ لیکن یہ اعتراض بھی صحیح نہیں۔ کیوں کہ ایک تو یہ روایت اصالتاً ...... منقول نہیں بلکہ تائید کے لئے ہے۔ نیز ابو داؤد نے سکوت بھی کیا ہے۔

اور ھلال بن عمرو مجہول بھی نہیں۔ ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں لکھا ہے کہ ھلال بن عمرو سمع ابا بردۃ عن ابی موسیٰ روی عنہ یحییٰ بن سعید القطان سمعت ابی یقول ذلک ج ۱ یعنی ھلال بن عمرو نے ابو بردہ سے روایتیں سُنی ہیں اور ہلال سے یحییٰ بن سعید القطان نے روایتیں نقل کی ہیں۔

نیز ابو الحسن بھی مجہول نہیں ہوگا اس لئے کہ مطرف بن طریف جیسا ثقہ آدمی اس سے نقل کرتا ہے جبکہ مطرف کے متعلق یہ مشہور ہے کہ انہوں نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ نقل کیا ہے۔

(تہذیب التھذیب ج ۱۰)

نوٹ: ابو داؤد کے نسخہ میں ابو الحسن کے بجائے حسن نام ہے۔

(۶) چھٹی روایت پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے جرح کی ہے

وہ ابو داؤد کی وہ روایت ہے جس کو ام سلمہ سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں الفاظ یہ ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المھدی من ولد فاطمۃ الخ وکذا فی المستدرک للحاکم مقدمہ

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے علی بن نفیل پر جرح کی ہے وہ صرف اسی روایت کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں۔ نیز ابن خلدونؒ نے لکھا ہے کہ ابو جعفر عقیلی نے علی بن نفیل کی تضعیف کی ہے۔ لیکن یہ جرح بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ محدثین کے نزدیک علی بن نفیل ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تہذیب التھذیب میں لکھتے ہیں کہ ابو الملیح الرقی علی بن نفیل کی تعریف کیا کرتا تھا اور لکھا ہے کہ قال ابو حاتم لا بأس بہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات (تہذیب التھذیب ج ۷) ابو حاتم نے لکھا ہے کہ علی میں کوئی خرابی نہیں ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اگرچہ عقیلی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ احادیثِ مہدی میں اس کا کوئی متابع موجود نہیں ہے لیکن پھر خود اس کی تردید کی ہے کہ وفی المھدی احادیث جیاد من غیر ھذا الوجہ۔ تھذیب التھذیب ج ۷۔ کہ ظہورِ مہدی کے بارے میں ان کی احادیث کے علاوہ بھی جید اور مضبوط احادیث مروی ہیں۔

حافظؒ کے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مھدی کی سب احادیث ضعیف نہیں ہیں جیسے کہ ابن خلدون اور اختر صاحب کی رائے ہے بلکہ جید اور قابلِ اعتماد احادیث بھی مروی ہیں۔ واللہ الموفق

اور حافظ ابن حجرؒ تقریب میں ان کے متعلق لکھتے ہیں علی بن نفیل النھدی الجزری لا بأس بہ یعنی علی بن نفیل میں کوئی خرابی نہیں

ولایت ڈاٹ نیٹ

علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ابوحاتمؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لا بأس بہ صفحہ ۱۵۳ ج ۳

اور کتاب الجرح والتعدیل میں بھی ابن ابی حاتم نے سند کے ساتھ ابوالملیح کا قول نقل کیا ہے جس کو تہذیب کے حوالے سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ نیز اپنے والد ابوحاتم سے لا بأس بہ کا قول بھی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۲ ج ۳ ق ۲

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ علی بن نفیل ثقہ ہے۔

(۷) ساتویں روایت جو ابن خلدون اور اختر صاحب کے ہاں مجروح ہے وہ ہے جو ابوداؤد کے حوالے سے حضرت ام سلمہ سے پہلے ہم نقل کر چکے ہیں۔ الفاظ یہ ہیں عن ام سلمۃ قال یکون اختلاف عند موت خلیفۃ فیخرج رجل من اھل المدینۃ ھاربا الی مکۃ فیاتیہ ناس من اھل مکۃ فیخرجونہ وھو کارہ فیبایعونہ بین الرکن والمقام الخ مقدمہ صفحہ ۳۱۳۔

اس حدیث پر ابن خلدون کو تو دو اعتراض ہیں۔ ایک یہ کہ اس روایت میں مہدی کے نام کی صراحت نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ قتادہ نے اس کو عن کے ساتھ نقل کیا ہے اور مدلس جس روایت کو عن کے ساتھ نقل کرے وہ قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۱۴

لیکن یہ دونوں اعتراض صحیح نہیں ہیں اس لئے کہ اگرچہ حدیث میں مہدی کے نام کی صراحت نہیں لیکن صفات سب وہی مذکور ہیں جو دوسری احادیث میں مہدی کے نام کی صراحت کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ نیز محدثین کا اس حدیث کو مہدی کے باب میں ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے مراد حضرت مہدی ہی ہے۔ چنانچہ خود ابن خلدون لکھتے ہیں نعم ذکرہ

ابوداؤد فی ابوابہ صفحہ ۳۱۳ مقدمہ۔ یعنی ہاں یہ تسلیم شدہ ہے کہ ابوداؤد نے اس کو مہدی کے ابواب میں ذکر کیا ہے۔

جہاں تک دوسرے اعتراض کا تعلق ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے قتادہ کی ملاقات اور سماع ابوالخلیل سے ثابت ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں ان کے اساتذہ میں صالح ابی الخلیل کا نام لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۱ ج ۸

نیز محدثین نے ان لوگوں کے نام الگ ذکر کئے ہیں کہ جن سے قتادہ نقل کرتے ہیں اور سماع ثابت نہیں ہے ان میں صالح ابی الخلیل کا نام نہیں ہے بلکہ صالح ابی الخلیل کا نام ان لوگوں میں لکھا ہے جن سے قتادہ بلاواسطہ روایت کرتے ہیں ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب صفحہ ۳۵۱ تا صفحہ ۳۵۵ ج ۸ اور پھر جہاں تہذیب التہذیب میں صالح کا تذکرہ کیا ہے تو ان کے شاگردوں میں قتادہ کا نام لکھا ہے کہ وعنہ عطاء بن ابی رباح وقتادۃ وعثمان البتی الخ صفحہ ۳۹۲ ج ۴

ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ قتادہ نے اس روایت میں تدلیس نہیں کی ہے لہذا تدلیس کا اعتراض غلط ہے۔ صالح ابی الخلیل کے بارے میں اختر صاحب نے ایک دلچسپ اعتراض کیا ہے کہ یہ اپنے ساتھی کا نام لئے بغیر روایت کر رہے ہیں۔ اگر وہ اپنے ساتھی کا نام بھول گئے ہیں تو حدیث کے الفاظ کیسے یاد رہ گئے ہوں گے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اختر صاحب نے ابوداؤد کی طرف رجوع نہیں فرمایا کیونکہ یہ حدیث ابوداؤد میں تین سندوں کے ساتھ منقول ہے اور آخری سند میں صالح ابی الخلیل اس روایت کو عبداللہ بن الحارث سے نقل کرتے ہیں جس میں نام کی صراحت ہو گئی۔

ابن خلدون لکھتے ہیں ثم رواہ ابوداؤد من روایۃ ابی الخلیل عن

ولایت ڈاٹ نیٹ

عبد اللہ بن الحارث عن ام سلمۃ فتبین بذلک المبھم فی الاسناد الاول ص۳۱۳ مقدمہ ابن خلدون۔

کہ ابوداؤد نے پھر اس حدیث کو دوسری سند سے نقل کیا ہے جس میں مبہم روایت کی وضاحت ہوگئی ہے کہ وہ عبداللہ بن الحارث ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اختر صاحب کی اپنے ماخذ پر بھی پوری نظر نہیں اور یا انہوں نے جان بوجھ کر دھوکہ دینے کے لئے یہ مہمل بات لکھدی۔

اس روایت کے سب راوی صحیحین (بخاری و مسلم) کے ہیں۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ورجالہ رجال الصحیحین لامطعن فیہ ولا مغمز۔ مقدمہ ص۳۱۳

اور عون المعبود شرح ابوداؤد میں بھی رواۃ کی پوری تفصیل کے ساتھ یہی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ص۱۶۱ اور صاحب عون المعبود نے قتادہ پر تدلیس کے الزام میں ابن خلدون کے اعتراض کو ذکر کر کے لکھا ہے کہ فلا شک ان ابا داؤد یعلم تدلیس قتادۃ بل ھو اعرف بھذہ القاعدۃ من ابن خلدون ومع ذلک سکت عنہ ثم المنذری وابن القیم ولم یتکلموا علی ھذہ الحدیث فعلم ان عندھم علماً بثبوت سماع قتادۃ من ابی الخلیل لھذا الحدیث ص۱۶۱ ج ۴۔ یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوداؤد کو قتادہ کی تدلیس کا بھی علم تھا اور وہ اس قاعدہ پر کہ مدلس کا عنعنہ قبول نہیں ابن خلدون سے بھی زیادہ عالم تھے لیکن باوجود اس کے ابوداؤدؒ نے پھر علامہ منذریؒ نے اور ابن قیمؒ نے اس حدیث پر سکوت کیا

ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اس حدیث میں قتادہ کا سماع ابی الخلیل سے ثابت ہے اس لئے ان حضرات نے سکوت کیا۔ ورنہ یہ حضرات ہرگز سکوت نہ کرتے۔ نیز تھذیب التھذیب کے حوالہ سے آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ قتادہ کا لقا اور سماع ابی الخلیل سے ثابت ہے۔

(٨) روایت ۸ میں بھی وہی کلام ہے جو ماقبل والی روایت میں نقل کیا جا چکا ہے اس لئے کہ یہ روایت بھی اسی سند کے ساتھ حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے۔

(٩) روایت ۹ جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے یہ وہ روایت ہے جو ابوداؤد اور مستدرک حاکم کے حوالے سے پہلے باب میں گذر چکی ہے۔ الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً الخ۔ مقدمہ ص۳۱۵

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب کو عمران القطان پر اعتراض ہے کہ یہ خارجی تھے چنانچہ ابن خلدون نقل کرتے ہیں کہ کان حروریاً مقدمہ ص۳۱۵ اور اختر صاحب نے بھی یزید بن زریع کے حوالے سے ان کا خارجی ہونا نقل کیا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بعض محدثین نے ان کو خارجی کہا ہے لیکن باوجود اس کے ان کی توثیق بھی کی ہے اور کہا ہے کہ ان کی روایات قبول ہیں چنانچہ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ نے ان کے بارے میں

ولایت ڈاٹ نیٹ

فرمایا ہے کہ ارجوا ان یکون صالح الحدیث ۔ میزان الاعتدال صفحہ ۲۳۶ ج ۳
اور آخر میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن معین نے کہا ہے کان عمران القطان
یری رای الخوارج ولم یکن داعیۃ صفحہ ۲۳۶ ج ۳ کہ خارجی تو تھے
لیکن داعی نہیں تھے اور مبتدع جب داعی الی بدعتہ نہ ہو تو پھر اس کی
روایت محدثین کے ہاں قبول ہوتی ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لسان المیزان
کے مقدمہ میں مبتدعین کی روایت کے قبول اور عدم قبول کے متعلق تین
قول نقل کرتے ہیں تیسرا قول یہ ہے کہ اگر مبتدع اپنے مذہب کی طرف
داعی ہو تو اس کی روایت قبول نہیں ہے لیکن اگر وہ داعی نہ ہو اور
صادق بھی ہو تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے ۔ اسی بحث میں انہوں نے
یزید بن ہارون کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یکتب عن کل صاحب بدعۃ اذا لم
یکن داعیۃ الخ صفحہ ۱۰ ج ۱ اور پھر اسی تیسرے قول کے متعلق لکھتے ہیں واما
التفصیل فھو الذی علیہ اکثر اھل الحدیث بل نقل فیہ ابن حبان اجماعھم
لسان المیزان صفحہ ۱۰ ج ۱ کہ اس تفصیل والے قول کو اکثر محدثین نے اختیار کیا
ہے بلکہ ابن حبان نے اس پر محدثین کا اجماع نقل کیا ہے اور پھر آگے
لکھتے ہیں وینبغی ان یقید قولنا بقبول روایۃ المبتدع اذا کان صدوقاً
ولم یکن داعیۃ بشرط ان لا یکون الحدیث الذی یحدث بہ
مما یعضد بدعتہ ویشیدھا الخ صفحہ ۱۱ ج ۱
یعنی محدثین کا یہ قاعدہ کہ مبتدع جب صادق ہو اور داعی نہ ہو تو اس
کی روایت قبول ہوتی ہے ، اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ وہ روایت
ایسی نہ ہو جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو ۔
علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے

اور ابن حجرؒ و سیوطیؒ کے اقوال نقل کئے ہیں کہ غیر داعی مبتدع جب صادق
ہو تو اس کی روایت قبول ہوتی ہے ۔ ملاحظہ ہو مقدمہ فتح الملہم صفحہ ۶۵ ج ۱ تا صفحہ ۶۶ ج ۱
علامہ نوویؒ تقریب میں لکھتے ہیں کہ وقیل یحتج بہ ان لم یکن داعیۃ
الی بدعتہ ولا یحتج بہ ان کان داعیۃ وھذا ھو الاظھر الاعدل
وقول الکثیر والاکثر صفحہ ۳۲۵ ج ۱ غیر داعی کی روایت سے دلیل پکڑی جا
سکتی ہے اور داعی کی روایت سے نہیں اور یہی قول اعدل اور ظاہر اور
اکثر محدثین کا ہے ۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مبتدع کے اندر جب تین صفات موجود
ہوں تو اس کی روایت قبول کی جاتی ہے ۔
(۱) جب وہ صادق ہو (۲) جب داعی نہ ہو (۳) جس روایت کو
بیان کرتا ہو اس سے اس کی بدعت کی تائید نہ ہوتی ہو ۔
اب اس قانون کے تحت جب ہم عمران القطان کو دیکھتے ہیں تو وہ صادق
بھی ہے جیسے کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ صدوق
صفحہ ۲۶۳ ، اور داعی بھی نہیں تھا جیسے کہ ذہبیؒ نے میزان میں صفحہ ۲۳۶ ج ۳ ، اور
ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب صفحہ ۱۳۲ ج ۸ میں یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے ولم
یکن داعیۃ ۔ اور ظہور مہدی کی روایت سے خوارج کے کسی عقیدے کی
تائید بھی نہیں ہوتی ہے ۔ لہٰذا عمران القطان کی یہ روایت قابل قبول ہونی
چاہیئے ۔
یہ تفصیل اس صورت میں تھی کہ جب عمران کو خارجی تسلیم کیا جائے جیسے کہ بعض
محدثین کا قول ہے ۔ لیکن بعض محدثین کہتے ہیں کہ یہ خارجی نہیں تھے ۔ ان کے ایک
فتوی کی وجہ سے لوگ انہیں خارجی سمجھ رہے ہیں جبکہ اس فتوی کا معروف

ولایت ڈاٹ نیٹ

خارجی عقیدے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں یزید بن زریع کے اس قول کے بعد کہ کان حروریاً (یعنی عمران خارجی تھے) لکھتے ہیں قلت فی قولہ حروریاً نظر ولعلہ شبہ بھم ص۱۳۱ ج ۸ کہ ان کو خارجی کہنا محل نظر ہے شاید کچھ محدثین کو غلط فہمی ہوئی ہے اس کے بعد حافظؒ نے غلط فہمی کا منشا واضح کیا ہے کہ جب ابراہیم اور محمد نے منصور کے خلاف خروج کیا تھا تو عمران نے ان کے حق میں فتویٰ دیا تھا جس کی وجہ سے محدثین کو غلط فہمی ہوئی اور محدثین نے لکھا کہ کان یری السیف علی اھل القبلۃ تہذیب ص۱۳۱ ج ۸ یعنی اہل قبلہ کے قتل کو جائز جانتے تھے۔ حالانکہ ابراہیم کے خروج کا معروف خوارج کے ٹولے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ حافظؒ لکھتے ہیں کہ لیس ھؤلاء من الحروریۃ فی شیء تہذیب ص۱۳۲ ج ۸ کہ ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کا خوارج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ وہ تو اھل بیت میں سے تھے۔

بہر حال اگر خارجی بھی تھے تو صرف خارجی ہونا وجہ جرح نہیں ہے اس لئے کہ خوارج تو سب سے زیادہ سچے تھے کیونکہ وہ کذب کو کفر سمجھتے تھے اس لئے محدثین کا قول ہے کہ لیس فی اھل الاھواء اصح حدیثاً من الخوارج۔ میزان ص۲۳۶ ج ۳ کہ اہل بدعت میں خوارج سے زیادہ صحیح حدیث والے کوئی نہیں تھے۔ امام بخاریؒ، ساجیؒ، عقیلیؒ، ابن شاہینؒ وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص۱۳۲ ج ۸

(۱۰) دسویں حدیث جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے وہ ہے جو ترمذی، حاکم اور ابن ماجہ نے ابو سعید خدریؓ سے نقل کی ہے عن ابی سعید الخدری قال خشینا ان یکون بعض شیء

حدث فسألنا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان فی امتی المھدی یخرج ویعیش خمساً او سبعاً او تسعاً الخ مقدمہ ص۲۱۵

اس روایت میں ان حضرات نے زید العمی پر جرح کی ہے۔ زید العمی کو اگرچہ بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے لیکن کچھ محدثین نے توثیق بھی کی ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے عبد اللہ بن احمد سے ان کے والد امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صالح وھو فوق یزید الرقاشی تہذیب التہذیب ص۴۰۸ ج ۳ کہ یزید رقاشی سے اونچے درجے کے ہیں اور صالح ہیں۔ یحیی بن معینؒ کا بھی ایک قول توثیق کا ہے ملاحظہ ہو تہذیب ص۴۰۸ ج ۳ میزان الاعتدال ص۱۰۲ ج ۲

ابوداؤد سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا ما سمعت الا خیراً یعنی میں نے ان کے بارے اچھا ہی سنا ہے (تہذیب ص۴۰۸ ج ۳)

دار قطنی نے بھی صالح کہا ہے ص۴۰۸ تہذیب وکذا قال ابوبکر البزار صالحؒ تہذیب ص۴۰۸ ج ۳

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ زید العمی متفق علیہ ضعیف نہیں اور نہ بالکل بے حقیقت ہیں جیسے کہ اختر صاحب کا ارشاد ہے۔ بلکہ کئی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

نیز یہ کہ ابو سعید خدریؓ کی یہ روایت صرف زید عمی کی سند سے نہیں بلکہ یہ حدیث متعدد سندوں سے منقول ہے جیسے کہ خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس روایت کو حاکم نے بھی کئی سندوں سے ابو سعید خدریؓ سے نقل کیا ہے۔ حاکم کی ایک روایت میں ابو الصدیق ناجی سے نقل کرنے والے سلیمان بن عبید ہے جن کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ دوسری سند میں ابو الصدیق ناجی سے نقل کرنے والے مطر الوراق اور ابو ھارون العبدی ہیں تیسری سند

میں ابو الصدیق سے نقل کرنے والے عوف الاعرابی ہیں۔

طبرانی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ طبرانی کی سند میں ابو الصدیق الناجی سے نقل کرنے والے ابو الواصل عبد الحمید بن واصل ہیں، جن کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۶

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی نقل میں زید العمی ابو الصدیق الناجی سے متفرد نہیں ہیں بلکہ مستدرک حاکم میں ان کے متابع سلیمان بن عبید مطر الوراق، ابو ہارون العبدی، عوف الاعرابی اور طبرانی میں عبد الحمید بن واصل موجود ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زید العمی کی تضعیف سے روایت پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا ہے اس لئے کہ روایت کرنے میں وہ متفرد نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ روایت درحقیقت مسلم کی اس روایت کی شرح ہے جو باب اول میں ہم مسلم کے حوالے سے ابو سعید خدری رض سے نقل کر چکے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید قال من خلفائکم خلیفة یحثو المال حثواً اور دوسری روایت میں ہے کہ یکون فی آخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعدّہ۔ ملاحظہ ہو مسلم کتاب الفتن ص ۳۵۵ ج ۲

جریری نے جب اس روایت کے بیان کے بعد ابو نضرہ اور ابو العلا سے پوچھا کہ کیا اس سے مراد عمر بن عبد العزیز ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں اور یہی روایت مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے بھی مروی ہے۔ جب مسلم اور سنن کی روایتوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہیں۔ البتہ سنن اور مستدرک کی روایتیں تفصیلی ہیں اور مسلم .... کی روایت اجمالی ہے تو معلوم ہوا کہ نفس روایت ثابت ہے

اگرچہ ابن خلدون نے اس کا انکار کیا ہے۔ کہ یہ حدیثیں مسلم والی احادیث کی تفسیر نہیں ہیں۔ لکھتے ہیں واحادیث مسلم لم یقع فیھا ذکر المھدی ولا دلیل یقوم علی انہا المراد منھا۔ مقدمہ ص ۳۱۶ کہ مسلم کی احادیث میں مہدی کا ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی دلیل اس پر قائم ہے کہ مہدی ہی ان احادیث سے مراد ہیں لیکن محدثین نے ابن خلدون کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو داؤد، ترمذی والی احادیث مسلم کی ان مجمل احادیث کی تفسیر ہیں۔ چنانچہ علامہ آبی مالکی اکمال اکمال المعلم شرح مسلم میں لکھتے ہیں قیل ان ھذا الخلیفة ھو عمر بن عبد العزیز ولا یصح اذ لیست فیہ تلک الصفات وذکر الترمذی وابو داود (وکذا الحاکم) ھذا الخلیفة وسمیاہ بالمھدی وفی الترمذی لا تقوم الساعة حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی وقال حدیث حسن وزاد ابو داود یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً ومن حدیث ابی سعید وقال خشینا ان یکون بعد نبینا حدث فسألناہ فقال یخرج من امتی المھدی یعیش خمساً او سبعاً او تسعاً زید الثالث قال قلنا وما ذاک یا رسول اللہ قال سنین قال یجیئ الیہ الرجل فیقول یا مھدی اعطنی یا مھدی اعطنی قال فیحثی لہ فی ثوبہ ما استطاع ان یحملہ قال حدیث حسن وفی ابی داود المھدی من امتی اجلی الجبھة اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً یملک سبع سنین فھذہ اخبار صحیحة مشھورة تدل علی خروج ھذا الخلیفة الصالح فی آخر الزمان وھو

ولایت ڈاٹ نیٹ

وهو منتظر اذ لم يوجد من كملت فيه تلك الصفات التي تضمنتها تلك الاحاديث قلت وقال ابن العربي ولا خلاف انه سيكون وليس المهدي المتقدم اهـ ۲۵۲ ج ۷ اكمال اكمال المعلم شرح صحیح مسلم۔

یعنی کہا گیا ہے کہ ان احادیث میں (یعنی مسلم والی احادیث میں) جو خلیفہ مذکور ہے یہ عمر بن عبد العزیز ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ صفات حضرت عمر بن عبد العزیز میں موجود نہیں تھیں ترمذی، ابوداؤد نے اس خلیفہ کا ذکر مہدی کے نام سے کیا ہے چنانچہ ترمذی میں منقول ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی عرب کا بادشاہ بن جائے جس کا نام میرے نام پر ہوگا اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے اور ابوداؤد میں اس روایت کے ساتھ یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ وہ خلیفہ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی اور ابو سعید خدری کی روایت میں ہے کہ ہم ڈر گئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی واقعہ پیش نہ آئے تو ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میری امت میں سے مہدی نکلیں گے خلافت کے بعد یا تو پانچ سال یا سات سال یا نو سال رہیں گے اس حدیث کے راوی زید کو شک ہوا کہ کونسا عدد ذکر کیا تھا ہم نے پوچھا کہ اس عدد سے کیا مراد ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سال مراد ہیں پھر فرمایا کہ مہدی کے پاس آدمی آئے گا کہے گا کہ اے مہدی مجھے مال دے دے تو ہاتھ بھر بھر کر اس کو کپڑے میں اتنا دے دیں گے جتنا کہ وہ اٹھا سکے گا ابوداؤد نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور ابوداؤد میں ہے کہ مہدی میری امت میں سے ہوگا۔ کھلی پیشانی والا اور اونچی ناک والا

زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسے کہ وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی سات سال تک بادشاہ رہے گا۔ یہ سب احادیث صحیح اور مشہور ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ اس صالح خلیفہ کا ظہور آخر زمانے میں ہوگا اس لئے کہ اب تک کوئی ایسا آدمی نہیں آیا جس میں ان احادیث میں مذکور صفات مکمل طور پر موجود ہوتی ہوں ابن عربی نے کہا کہ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ مہدی آئندہ آئے گا اور پہلے مہدی کے نام سے جو خلیفہ گزرا ہے وہ مراد نہیں ہے اسی قسم کی عبارت ان الفاظ کے ساتھ مسلم کی دوسری شرح مکمل اکمال الاکمال للسنوسیؒ میں ہے ملاحظہ ہو ص ۲۵۲ ج ۷۔

شارحین مسلم کی ان عبارتوں سے کئی باتیں معلوم ہوتی ① ایک کہ ابوداؤد ترمذی و مستدرک حاکم کی روایتیں مسلم والی روایتوں کی شرح اور تفصیل ہے ② دوسری بات یہ کہ مسلم والی احادیث سے مراد مہدی ہیں۔ اگرچہ ان کے نام کی صراحت نہیں ہے ③ تیسری بات یہ کہ وہ آئندہ آئیں گے ④ چوتھی بات یہ کہ ابوداؤد اور ترمذی کی یہ احادیث جن مہدی کا ذکر ہے صحیح اور مشہور ہیں واللہ الموفق

اس پوری تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ ابو داؤد کی روایت جس کی سند میں زید العمی تھے بے حقیقت اور ساقط نہیں ہے جیسا کہ ابن خلدون اور اختر صاحب کی رائے ہے۔

اس روایت میں اور آنے والی کچھ روایتوں میں اختر صاحب نے ابو الصدیق الناجی پر بھی جرح کی ہے لکھتے ہیں کہ ان کی روایت کو ائمہ حدیث نے رد کیا ہے ان کا پورا نام بکر بن عمرو المعافری ہے۔

لیکن اختر صاحب کی یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں نہ تو ابو الصدیق بکر

ولایت ڈاٹ نیٹ

بن عمرو معافری ہیں جیسے کہ اختر صاحب کا ارشاد ہے بلکہ ان کا نام بکر بن عمرو الناجی ہے اور بعض محدثین نے بکر بن قیس نام ذکر کیا ہے۔ یہ الگ ہیں اور بکر بن عمرو معافری الگ ہیں اسماء رجال کی کتابوں میں دونوں الگ الگ مذکور ہیں اختر صاحب نے محنت کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ورنہ یہ مغالطہ پیش نہ آتا حافظ ابن حجر تقریب التہذیب کے باب الکنیٰ میں لکھتے ہیں کہ ابو الصدّیق بتشدید الدال المکسورۃ ھو بکر بن عمرو الناجی بالنون والجیم ص۴۱۲ تقریب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ بکر بن عمرو و قیل ابن قیس ابو الصدّیق الناجی بالنون والجیم بصری ثقۃ ص۴۷ تقریب میں حافظ نے ان کے نام سے پہلے بکر بن عمرو معافری کا ذکر الگ کیا گیا ہے ملاحظہ ہو صفحہ مذکورہ معافری مصری ہے اور ابو الصدیق بصری ہے نیز ابو الصدیق صحاح ستہ کے راوی ہیں حافظ نے ان کے نام پر "ع" کی علامت بنائی ہے۔ تہذیب التہذیب میں بھی حافظ ابن حجرؒ نے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص۴۸۵ و ص۴۸۶ ج ۱۔

ابو الصدیق کے بارے میں تہذیب میں لکھا ہے کہ قال ابن معین و ابو ذرعہ والنسائی ثقۃ و ذکرہ ابن حبّان فی الثقات ص۴۸۶ ج ۱ یعنی ابن معین ابو ذرعہ اور نسائی نے ثقہ کہا ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح کتاب الجرح والتعدیل میں ابن ابی حاتم نے دونوں کو الگ الگ ذکر کیا ہے اور ابو الصدیق کے بارے میں یحییٰ ابن معین اور ابو ذرعہ سے توثیق کے اقوال نقل کیے ہیں ملاحظہ ہو ص۳۹۰ ج ۲

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ بکر بن عمرو معافری الگ آدمی ہیں جن پر بعض محدثین نے جرح کی ہے اور بکر بن عمرو ناجی الگ آدمی ہے جو متفق

علیہ ثقہ ہیں کسی نے بھی ان پر جرح نہیں کی ہے

(١١) گیارہویں روایت جس پر اختر صاحب نے کلام کیا ہے وہ بھی ابو سعید خدری کی مستدرک حاکم کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تقوم الساعۃ حتی تملأ الارض جوراً وظلماً وعدواناً ثم یخرج من اھل بیتی رجلٌ یملاھا قسطاً وعدلاً الخ اس روایت پر ابن خلدون نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ ص۳۱۶ لیکن اختر صاحب نے اس روایت میں ابو الصدیق الناجی پر کلام کیا ہے جس کا جواب اس سے ماقبل والی حدیث کے ضمن میں گذر چکا ہے۔ حاکم نے اس روایت کو علی شرط الصحیحین کہا ہے وکذا الذھبیؒ۔

(١٢) بارہویں روایت جس پر کلام کیا گیا ہے وہ بھی مستدرک حاکم کی ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں عن ابی سعید الخدری عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال یخرج فی آخر امتی المھدی الخ اس روایت کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے اس کے سب راوی صحیحین کے ہیں سوائے سلیمان بن عبید کے لیکن سلیمان بن عبید بھی ثقہ ہیں ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۶

(١٣) تیرہویں روایت جس پر اختر صاحب نے جرح کی ہے وہ مستدرک حاکم کی ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ عن ابی سعید الخدری ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال تملأ الارض جوراً وظلماً فیخرج رجلٌ من عترتی فیملک سبعاً او تسعاً الخ اس روایت میں ابو ہارون عبدی پر بھی کلام کیا گیا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ ص۳۱۶ لیکن ہارون عبدی کی

ولایت ڈاٹ نیٹ

تضعیف کی وجہ سے روایت پر ضعف کا حکم صحیح ہے۔ اسلئے کہ ابو ہارون عبدی کیساتھ اس روایت
کو ابو الصدیق ناجی سے مطر الوراق بھی نقل کرتے ہیں جو ثقہ ہے حافظ ابن حجرؒ تقریب
میں ان کے متعلق لکھتے ہیں صدوقؒ ص ۳۳۸ نیز مسلم کے راوی بھی ہیں۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے
ہیں کہ مطر من رجال مسلم حسن الحدیث (میزان الاعتدال ص ۱۲۶ ج ۴) کہ مطر الوراق
مسلم کے راوی ہیں اور اچھے حدیث والے ہیں یہ روایت مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ ابو
حاتم نے ان کو صالح الحدیث اور ابن حبانؒ نے ثقہ کہا ہے بخاری میں بھی تعلیقاً انکی
روایت ہے ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۱۲۸ ج ۱۰۔ خلیفہ نے کہا کہ لا باس بہ عجلی نے کہا کہ
کہ بصری صدوق وقال مرۃ لا بأس بہ وقال ابو بکر البزار لیس بہ بأس
نیز بزار کا قول ہے کہ لا نعلم احداً ترک حدیثہ وقال الساجی صدوق
ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۱۲۸، ۱۲۹ ج ۱۰۔ یحیی بن معین، ابو زرعہ، ابو حاتم سب نے صالح
کہا ہے ملاحظہ ہو کتاب الجرح والتعدیل ص ۲۸۸ ج ۸۔

اسی روایت میں ابن خلدون نے اسد بن موسیٰ پر بھی جرح کی ہے
حالانکہ وہ محدثین کے نزدیک ثقہ اور قوی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ
صدوقؒ (تقریب ص ۳۱) بخاری، ابو داؤد، سنن نسائی کے راوی ہیں، علامہ ذہبیؒ
نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ قال النسائی ثقۃ وقال البخاری ھو
مشہور الحدیث وقد استشہد بہ البخاری واحتج بہ النسائی وابو داؤد
وما علمت بہ بأساً (میزان ص ۲۰۷ ج ۱) ابن حزم نے انکی تضعیف کی ہے جس
کے متعلق علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے وھذا تضعیف مردود (میزان ص ۲۰۷ ج ۱)
کہ ابن حزم کی تضعیف مردود ہے اور اسد بن موسیٰ ثقہ ہیں ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب
میں بخاری نسائی ابن یونس ابن قانع، عجلی، بزار ابن حبان وغیرہ سے ان کی
توثیق نقل کی ہے ملاحظہ ہو ص ۲۶۰ ج ۱۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ ابو ہارون

العبدی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف نہیں ہے۔

(۱۴) چودہویں روایت جس پر ابن خلدون وغیرہ نے کلام کیا ہے وہ بھی
حضرت ابو سعید خدریؓ نے روایت کی، جس کو امام طبرانی نے معجم الاوسط میں نقل
کیا ہے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یقول یخرج رجل من امتی یقول بسنتی ینزل اللہ عز
وجل لہ القطر من السماء وتخرج الارض برکتھا وتملأ الارض منہ قسطاً
وعدلاً کما ملئت جوراً وظلماً یعمل علی ھذہ الامۃ سبع سنین و
ینزل علی بیت المقدس۔ اس روایت کی سند میں حسن بن یزید اور ابو
الواصل پر کلام کیا ہے۔ لیکن ان دونوں کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا
ہے (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۹) لہذا یہ روایت بھی قوی ہے نیز یہ کہ ماقبل کی
روایتیں بھی تائید میں موجود ہیں۔ نیز حسن بن یزید کو حافظ ابن حجرؒ نے
تہذیب التہذیب میں ثقہ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۳۲۸ ج ۲

اس روایت پر اختر صاحب نے عقلی اعتراض بھی کیا ہے لکھتے ہیں کہ ہم مضمون
حدیث کے بارے میں ایک اور طرح بھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ اس حدیث میں
ظہور مہدی کی خوشخبری تو موجود ہے لیکن اسکے ساتھ ہی بیت المقدس مسلمانوں
کے پاس نہ ہونے کی بدشگونی بھی جھانک رہی ہے اب اگر اس روایت کو درست
مان لیا جائے تو عالم اسلام کے تن آسان مسلمان کیوں نہ یہ کہکر جہاد سے جی
چرائیں کہ بیت المقدس کے لئے ہماری کوشش ہی عبث ہے کیونکہ یہ تو امام
مہدی فتح کریں گے خدا کے رسول کا فرمان تو غلط نہیں ہو سکتا۔ ان سادہ دل
مسلمانوں کو تو معلوم نہیں کہ یہ خدا کے رسول کا فرمان بھی ہے کہ نہیں۔

لیکن اختر صاحب کی یہ بات بوجوہ صحیح نہیں (۱) ایک تو اسلئے کہ روایت

ولایت ڈاٹ نیٹ

کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں اس میں فتح کا کوئی ذکر نہیں وینزل علی بیت المقدس کا لفظ ہے جس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ وہ بیت المقدس جائیں گے (۲) نیز حدیث میں اس کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے کہ مسلمان تن آسانی اختیار کرکے بیٹھ جائیں اور فتح بیت المقدس کے لئے جہاد نہ کریں آجکل پورا عالم اسلام ویسے ہی تن آسانی میں مبتلا ہے پورے عالم اسلام میں دس فیصد بھی مسلمان ایسے نہیں ہوں گے کہ جن کو اس حدیث کا علم ہو یا اس حدیث نے ان کو جہاد سے روکا ہو بلکہ حدیث میں جو فتح بیت المقدس کا اشارہ ہے ممکن ہے اس سے مسلمانوں کی موجودہ یاس شاید آسکے بدل جائے کیوں کہ موجودہ دور کا مسلمان اگرچہ زبانی اقرار نہ کرے لیکن عملاً ہم سب یہود کو ناقابل تسخیر اور مافوق الفطرت مخلوق مانتے ہیں اس لئے مقبوضہ علاقوں کے لئے حربی کوشش سے کنارہ کش ہوگئے ہیں کبھی مذاکرات کئے جاتے ہیں اور کبھی عالمی اداروں کے دروازوں پر دہائی دیتے ہیں حالانکہ ان اداروں نے ہمیشہ مسلم دشمنی کا ثبوت پیش کیا ہے بلکہ اب تو کئی مسلم ممالک اسرائیل کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔

اس حدیث سے شاید مسلمانوں کے دلوں میں یہ امید پیدا ہو جائے کہ اگر ہم میں مہدی جیسا ایمان پیدا ہو تو ہم بھی بیت المقدس کو حاصل کر سکتے ہیں۔

(۱۵) پندرہویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں عن عبداللہ بن مسعودؓ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل فتیۃ من بنی ہاشم فلما رآہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذرفت عیناہ وتغیر لونہ قال فقلت ما نزال نری فی وجہک شیئاً نکرہہ فقال انا اہل البیت اختار اللہ لنا الآخرۃ علی الدنیا الخ۔

اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے یزید بن ابی زیاد پر کلام کیا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۷ یزید بن ابی زیاد پر اگرچہ بعض محدثین نے جرح کی ہے اور اس روایت کو ناقابل اعتبار بتایا ہے لیکن یہ روایت ثابت ہے باب اول میں حدیث نمبر ۴۱ کے تحت اس کی پوری بحث گذر چکی ہے۔

اس قسم کی روایت منتخب کنز العمال میں مسند احمد اور مستدرک کے حوالے سے حضرت ثوبانؓ نے نقل کی ہے ملاحظہ ہو ص ۲۹ ج ۶ علی هامش مسند احمد اور مستدرک حاکم مسند احمد وغیرہ کے بارے میں منتخب کنز العمال کے اول میں یہ لکھا ہے کہ ما فی الکتب الخمسۃ خ م حب ک ض صحیح فالعزو الیہا معلم بالصحۃ سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ ص ۹ ج ۱ علی هامش مسند احمد۔ یعنی ان پانچ کتابوں میں جو حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں یعنی ان کتابوں کی طرف کسی حدیث کا منسوب ہونا اس حدیث کی صحت کی علامت ہوگی۔ ہاں مستدرک کی وہ بعض روایتیں کہ جن پر محدثین نے تنقید کی ہے اس پر تنبیہ کروں گا۔ ان پانچ کتابوں سے مراد بخاری مسلم صحیح ابن حبان مستدرک اور مختارہ ضیاء مقدسی ہیں۔ اب مستدرک کی اس روایت پر منتخب کنز العمال میں کوئی تنبیہ نہیں کی گئی ہے لہذا یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے۔ نیز یہ روایت مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے حدثنا وکیع عن الاعمش عن سالم عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فأتوها فان فیها خلیفۃ اللہ المہدی (ص ۲۷۷ ج ۵) اس روایت کے رواۃ سب ثقہ اور عادل ہیں تفصیل باب اول میں حدیث نمبر ۴۱ کے تحت گذر چکی ہے نیز مستدرک میں یہ روایت ایک اور سند کے ساتھ بھی مروی ہے ملاحظہ ہو مستدرک ص ۵۰۲ ج ۴۔

ولایت ڈاٹ نیٹ

بہرحال اس تفصیل سے اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ روایت سود کی روایت بے اصل نہیں ہے نیز یزید بن ابی زیاد کی توثیق بھی کی گئی ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں یعقوب بن سفیان سے نقل کیا ہے کہ یزید وان کانوا یتکلمون فیہ لتغیرہ فھو علی العدالۃ والثقۃ ص۳۳۱ ج۱۱ یعنی یزید پر اگرچہ تغیر کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے لیکن وہ عادل اور ثقہ ہیں

ابن شاہین نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ احمد بن صالح مصری نے ثقہ کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ ولا یعجبنی قول من تکلم فیہ (تہذیب ص۳۳۱ ج۱۱) کہ یزید پر کلام کرنے والوں کا قول مجھے پسند نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ کان ثقۃً (تہذیب ص۳۳۱ ج۱۱) کہ یزید ثقہ تھے امام مسلم نے ان کو طبقہ ثالثہ کے راویوں میں شمار کیا ہے اور ان سے روایتیں نقل کی ہیں (تہذیب ص۳۳۱ ج۱۱)

(۱۶) سولہویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے کلام کیا ہے وہ حضرت علی کی ابن ماجہ والی روایت ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں الفاظ یہ ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منا اھل البیت الخ اس روایت میں ابن خلدون نے یاسین العجلی پر کلام کیا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ ص۳۱۸ لیکن یاسین العجلی پر کسی محدث نے جرح نہیں کی ہے حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ لا باس بہ ص۳۷۳ ؛ تہذیب التہذیب میں یحیی ابن معین سے منقول ہے کہ لا باس بہ اور اسحق بن منصور نے ان کے متعلق یحیی بن معین سے نقل کیا ہے صالح ابو زرعہ سے منقول ہے کہ لا باس بہ ص۱۴۳ ج۱۱ اور تہذیب ہی میں ہے کہ سفیان ثوری اس حدیث کے متعلق ان سے پوچھتے تھے ص۱۴۳ ج۱۱ اور یہ حدیث بھی قوی ہے جن محدثین نے اس حدیث کی تضعیف

بن معاذ زیات سمجھ کر حدیث کی تضعیف کی ہے حالانکہ وہ دوسرا آدمی ہے حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ و وقع فی سنن ابی ماجۃ عن یاسین غیر منسوب فظنہ بعض الحفاظ المتاخرین یاسین بن معاذ الزیات فضعف الحدیث بہ فلم یصنع شیئاً (ص۱۴۳ ج۱۱) کہ سنن ابن ماجہ کی سند میں یاسین کا نام بغیر کسی نسبت کے ذکر ہو گیا تو بعض متاخرین حفاظ نے اس کو یاسین بن معاذ زیات سمجھ کر حدیث کو ضعیف کہا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے غلط فہمی کی وجہ سے کی ہے جو صحیح نہیں یہ روایت صحیح ہے۔

(۱۷) اس حدیث کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں: عن علی انہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم أمنا المھدی ام من غیرنا یا رسول اللہ فقال بل منا الخ۔ یہ حدیث امام طبرانی کی معجم اوسط کے حوالے سے مقدمہ ابن خلدون میں ص۳۱۸ پر منقول ہے اس میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے ابن لہیعہ پر جرح کی ہے۔ ابن لہیعہ کا نام عبد اللہ بن لہیعہ ہے محدثین نے ان پر کافی کلام کیا ہے مگر ان کا واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۶۹ھ میں ان کی مرویات کی کتابیں جل گئی تھیں جس کی وجہ سے اس کے بعد یہ یاد سے روایتیں بیان کرتے تھے تو کچھ خلط واقع ہو جاتا تھا۔ میزان الاعتدال ص۴۷۷ ج۲ اور امام بخاریؒ نے فرمایا کہ سنہ ۱۷۰ھ میں جل گئی تھیں۔ بہرحال اس واقعہ کے بعد ان کی روایتوں میں خلط واقع ہوا تھا جس کی وجہ سے محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ایک واقعہ دوسرا بھی ایسا پیش آیا تھا کہ جس کی وجہ سے ان کے دماغ پر کچھ اثر ہوا تھا چنانچہ میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ نے عثمان بن صالح کا قول نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ جمعہ کی نماز کے بعد گدھے پر سوار ہو کر گھر جا رہے تھے کہ راستے میں گر پڑے جس کی وجہ سے ان کے

ولایت ڈاٹ نیٹ

دماغ پر چوٹ آئی تو کچھ حافظہ کمزور ہوگیا ورنہ فی نفسہ صادق اور ثقہ تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن لہیعۃ ابن عقبۃ الحضرمی ابو عبد الرحمٰن المصری القاضی صدوق خلط بعد احتراق کتبہ الخ (ص۱۸۶) کہ یہ صادق اور سچے ہیں البتہ کتابیں جل جانے کے بعد روایتوں میں خلط واقع ہوا تھا یعنی فی نفسہ صادق ہیں اور مسلم ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ کے راوی ہیں (تقریب التہذیب ص۱۸۶) چنانچہ احمد بن صالح ابن وہب وغیرہ نے مطلقاً توثیق کی ہے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ص۴۷۵ ج۲ و ص۴۷۷ ج۲) اور خود ذہبی کا قول ہے کہ کامل صدوق (میزان الاعتدال ص۴۸۳ ج۲) معتدل بات وہی ہے جو کہ حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے فرمائی ہے کہ ابن لہیعہ اگرچہ ضعیف ہیں لیکن پھر بھی ان کی احادیث کو استشہاداً پیش کیا جاسکتا ہے۔ (درس ترمذی ص۱۹۸ ج۱) کچھ محدثین نے کتابیں جلنے سے پہلے کی روایات کو قبول کیا ہے اور بعد والی کو ضعیف کہا ہے اور کچھ نے خاص شاگردوں کی روایات کو قبول کیا ہے تفصیل اسماء رجال کی کتابوں میں موجود ہے لیکن بہرحال محدثین اس پر متفق ہیں کہ بالکل ساقط الاعتبار نہیں ہیں اسی لئے تو امام مسلم نے انکی روایتیں استشہاداً نقل کی ہیں۔

ابن خلدون نے اس حدیث کے ایک دوسرے راوی عمرو بن جابر الحضرمی پر بھی جرح کی ہے لیکن عمرو بن جابر کی توثیق بھی کی گئی ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ سألت ابی عن عمرو بن جابر الحضرمی فقال عنده نحو عشرين حديثًا هو صالح الحديث (کتاب الجرح والتعديل ص۲۲۳ ج۶) کہ میں نے اپنے والد ابو حاتمؒ سے عمرو بن جابر کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ وہ تقریباً بیس (۲۰) حدیثیں نقل کرتے ہیں اور صالح الحدیث ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے بھی میزان الاعتدال

میں عمرو بن جابر کے ترجمہ کے آخر میں ابو حاتم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صالح الحديث له نحو عشرين حديثًا (ص۲۵۱ ج۲) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ذہبیؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں کئی محدثین سے انکی توثیق نقل کی ہے لکھتے ہیں کہ قلت ذكر ابن يونس انه توفي بعد العشرين ومائة وذكره البرقي فيمن ضعف بسبب التشيع وهو ثقة وذكره يعقوب بن سفيان في جملة الثقات وصحح الترمذي حديثه ص۱۱ ج۸ میں کہتا ہوں (یعنی ابن حجرؒ) کہ ابن یونسؒ نے ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات ۱۲۰ھ کے بعد ہوئی ہے اور برقی نے عمرو بن جابر کو ان لوگوں میں ذکر کیا ہے کہ جو فی نفسہ تو ثقہ ہیں لیکن تشیع کی وجہ سے ان کی تضعیف کی گئی ہے اور یعقوب بن سفیان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور ترمذی نے ان کی حدیث کی تصحیح کی ہے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ عمرو بن جابر کچھ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں تضعیف تشیع کی وجہ سے کی گئی ہے اور ہم پہلے ثابت کرچکے ہیں کہ نفس تشیع وجہ ضعف نہیں ہے۔

(۱۸) اٹھارویں روایت جس کو ابن خلدون اور راقم صاحب نے مجروح کیا ہے وہ حضرت علیؓ کی روایت ہے جس کو طبرانی نے اور حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے الفاظ یہ ہیں کہ عن علیؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی آخر الزمان فتنۃ یحصل الناس فیها کما یحصل الذهب فی المعدن فلا تسبوا اهل الشام الخ اس روایت میں بھی عبد اللہ ابن لہیعہ پر کلام کیا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ ص۳۱۹ لیکن یہ بھی صحیح نہیں ما قبل والی حدیث کے ضمن میں اس راوی کے متعلق بحث گذر چکی ہے نیز اس حدیث کی حاکم نے بھی تصحیح کی ہے جیسا کہ خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ رواہ الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاه (مقدمہ ابن خلدون ص۳۱۹)

ولایت ڈاٹ نیٹ

یعنی حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ سند کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے۔

(١٩) عن محمد بن الحنفیۃ قال کنا عند علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فسالہ رجل عن المہدی فقال لہ ھیہات ثم عقد بیدہ سبعاً فقال ذلک یخرج فی آخر الزمان الخ (مقدمہ ابن خلدون ص٣١٩) یہ روایت بالکل صحیح ہے حاکم نے تو مستدرک میں اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین (مقدمہ ابن خلدون ص٣١٩) یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری و مسلم کے شرط پر پوری اترتی ہے اور خود علی شرط المسلم تو ابن خلدون نے بھی تسلیم کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ وانما ھی علی شرط مسلم فقط (مقدمہ ص٣١٩) یعنی یہ روایت صرف مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور جب یہ روایت علی شرط المسلم ہوگی تو صحیح بھی ہوگی جیسا کہ محدثین نے لکھا ہے کہ الصحیح اقسام اعلاھا ما اتفق علیہ البخاری ومسلم ثم ما انفرد بہ البخاری ثم مسلم ثم علی شرطھما ثم علی شرط البخاری ثم مسلم الخ (تقریب للنووی ص١٣٣ ج١)

یعنی صحیح حدیث کی کئی قسمیں ہیں: (١) وہ جو بخاری اور مسلم میں ہو (٢) وہ جو صرف بخاری میں ہو (٣) جو مسلم میں ہو (٤) جو بخاری و مسلم کی شرط پر ہو (٥) جو صرف بخاری کے شرط پر ہو (٦) جو صرف مسلم کے شرط پر ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو حدیث مسلم کے شرط پر ہوگی وہ صحیح کی قسم ہے۔ اس کے راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے جس کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔ ایک راوی عمار ذھبی پر تشیع کا الزام ہے لیکن امام احمد، یحییٰ بن معین، ابوحاتم، امام نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص٣١٩۔

(٢٠) بیسویں روایت جس پر ابن خلدون اور اختر صاحب نے مجروح ہونے کا حکم لگایا ہے وہ حضرت انسؓ کی روایت ہے جس کی تخریج ابن ماجہ نے کی ہے الفاظ یہ ہیں کہ عن انس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن ولد عبد المطلب سادات اھل الجنۃ انا وحمزۃ وعلی وجعفر والحسن والحسین والمہدی۔ اس روایت میں ابن خلدون نے عکرمہ بن عمار اور علی بن زیاد پر جرح کیا ہے۔

عکرمہ ابن عمار کے متعلق حافظ ابن حجرؒ تقریب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ صدوق (ص٢٤٢) یعنی سچے ہیں امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ان سے تعلیقاً نقل کیا ہے مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے ان کی توثیق مندرجہ ذیل محدثین سے نقل کی ہے۔ یحییٰ بن معینؒ، عثمان الدارمیؒ، علی ابن المدینیؒ، عجلیؒ، ابوداؤد، امام نسائیؒ، ابوحاتمؒ، ساجیؒ، علی بن محمد طنافسی، صالح بن محمدؒ، اسحاق بن احمد، ابن خلف البخاریؒ، سفیان ثوریؒ، ابن خراشؒ، دارقطنیؒ، ابن عدیؒ، عاصم بن علیؒ، ابن حبانؒ، یعقوب بن شیبہؒ، ابن شاہینؒ، احمد بن صالحؒ۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص٢٦١ تا ص٢٦٣ ج٧ و میزان الاعتدال ص٩١ ج٣

ان تمام محدثین کی توثیق کے مقابلے میں ابن خلدون کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اسی طرح علی بن زید کی محدثین نے توثیق کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے ان کو ذکر کر کے کوئی جرح نہیں کی ہے۔ اور ابن حبان نے ان کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص٣٢١ تا ص٣٢٢ ج٧

نیز حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ عکرمہ سے اس حدیث کو عبد الصمد بن زیاد تمیمی نے بھی نقل کیا ہے کہ وکذلک روی ھذا الحدیث المذکور (ای حدیث المہدی) محمد بن خلف الحدادی عن سعد بن

عبد الحمید وتابعه ابو بکر محمد بن صالح القناد عن محمد بن الحجاج
عن عبد الله بن زیاد السحیمی عن عکرمه بن عمار (ص۳۲۱ ج ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی متعدد سندیں موجود ہیں لہٰذا حدیث بے اصل نہیں ہے۔ اس حدیث میں ابن خلدون نے سعد بن عبد الحمید کے اوپر بھی جرح کی ہے حالانکہ یہ بھی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ صدوق (ص۱۱۸ ج ۱) یعنی سچے تھے اور علامہ ذہبیؒ نے یحییٰ ابن معین سے نقل کیا ہے کہ لا بأس به (ص۱۲۳ ج ۲ میزان الاعتدال) یعنی ان میں کوئی خرابی نہیں تھی اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یحییٰ ابن معین کے علاوہ صالح جزرہ کا قول بھی ان کی توثیق میں نقل کیا ہے نیز یہ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں حالانکہ امام نسائی کے نزدیک جو راوی مجروح ہوتا ہے وہ اس سے نقل نہیں کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی قوی ہیں۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب (ص۴۷۰ ج ۳)۔ اور خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ وجعله الذهبی ممن لم یقدح فیه کلام من تکلم فیه (مقدمه ابن خلدون ص۳۲۰) یعنی ذہبیؒ نے ان کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے کہ کلام کرنے والوں کے کلام سے ان کے بارے میں کوئی قدح لازم نہیں آتی ہے یعنی یہ ثقہ ہیں کلام کرنے والوں کے کلام کا کچھ اثر نہیں ہوگا لہٰذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔

(۲۱) اکیسویں روایت جس پر ابن خلدون اور ان کے مقلد اختر صاحب نے کلام کیا ہے وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس کی مستدرک حاکم والی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ قال ابن عباس منا اهل البیت اربعة منا السفاح ومنا المنذر ومنا المهدی (الخ۔ ان قال) واما المهدی الذی یملأ الارض عدلا کما ملئت جورا الخ۔ اس روایت میں اسمٰعیل بن ابراہیم

یعنی باپ اور بیٹے دونوں پر جرح کی گئی ہے اور ابن خلدون نے کہا ہے کہ دونوں ضعیف ہیں ملاحظہ ہو مقدمہ (ص۳۲۰)۔ ابراہیم بن مہاجر محدثین کے نزدیک قوی ہیں یہ مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ صدوق (ص۴۳ ج ۱) یعنی سچے تھے۔ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ لا بأس به (ص۶۷ ج ۱) یعنی ان میں کوئی خرابی نہیں ہے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ وقال الثوری واحمد لا بأس به (ص۱۶۷ ج ۱) یعنی سفیان ثوری اور امام احمد نے فرمایا کہ ان میں کوئی خرابی نہ تھی امام نسائی نے بھی فرمایا ہے کہ لیس به بأس (تہذیب ص۱۶۸ ج ۱)۔ ابن سعد نے کہا کہ ثقة (تہذیب ص۱۶۸ ج ۱) علامہ ساجیؒ نے کہا کہ صدوق ابو داود نے کہا ہے کہ صالح الحدیث۔ ابو حاتم نے ان کے اور کچھ دوسرے راویوں کے بارے میں فرمایا کہ ومحلهم عندنا محل الصدق (تہذیب التہذیب ص۱۶۸ ج ۱) ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ابراہیم قوی اور ثقہ ہے ان کے بیٹے اسماعیل کے بارے میں جرح کے اقوال بھی مروی ہیں لیکن بعض محدثین نے توثیق بھی کی ہے ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں (تقریب ص۳۱) علامہ ابو الحجاج مزیؒ نے تہذیب الکمال میں لکھا ہے کہ قال عبد الله سألت ابی عن ابراهیم بن مهاجر فقال لیس به بأس کذا وکذا و سألته عن ابنه اسماعیل فقال ابوه قوی فی الحدیث منه روی له الترمذی و ابن ماجة (تہذیب الکمال ص۳۹ ج ۱) (نقلاً عن مضمون مولوی عبد الشکور صاحب کشمیری) یعنی عبد اللہ نے اپنے والد امام احمد سے ابراہیم کے متعلق پوچھا تو کہا کوئی خرابی نہیں پھر ان کے بیٹے کے متعلق پوچھا یعنی اسماعیل کے متعلق پوچھا تو کہا کہ ان کے والد ان سے زیادہ قوی ہیں۔ محدثین کے نزدیک تو باپ بیٹے سے زیادہ قوی ہے لیکن اختر صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا

ولایت ڈاٹ نیٹ

عبد الحمید وتابعہ ابو بکر محمد بن صالح القتاد عن محمد بن الحجاج عن عبد اللہ بن زیاد السحیمی عن عکرمہ بن عمار ص۳۲۱ ج ۲

اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی متعدد سندیں موجود ہیں لہٰذا حدیث بے اصل نہیں ہے اس حدیث میں ابن خلدون نے سعد بن عبد الحمید کے اوپر بھی جرح کی ہے حالانکہ یہ بھی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ صدوق ص۱۱۸ ج یعنی سچے تھے اور علامہ ذہبیؒ نے یحیٰی ابن معین سے نقل کیا ہے کہ لا بأس بہ (ص۱۲۳ ج ۲ میزان الاعتدال) یعنی ان میں کوئی خرابی نہیں تھی اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یحیٰی ابن معین کے علاوہ صالح جزرہ کا قول بھی ان کی توثیق میں نقل کیا ہے نیز یہ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں حالانکہ امام نسائی کے نزدیک جو راوی مجروح ہوتا ہے وہ اس سے نقل نہیں کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی قوی ہیں۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص۴۷۷ ج ۳۔ اور خود ابن خلدون نے لکھا ہے کہ وجملہ الذہبی ممن لم یقدح فیہ کلام من تکلم فیہ (مقدمہ ابن خلدون ص۳۲۰) یعنی ذہبیؒ نے ان کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے کہ کلام کرنے والوں کے کلام سے ان کے بارے میں کوئی قدح لازم نہیں آتی ہے یعنی یہ ثقہ ہیں کلام کرنے والوں کے کلام کا کچھ اثر نہیں ہوگا لہٰذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی صحیح ہے۔

(۲۱) اکیسویں روایت جس پر ابن خلدون اور ان کے مقلد اختر صاحب نے کلام کیا ہے وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس کی مستدرک حاکم والی روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ قال ابن عباس منا اهل البیت اربعة منا السفاح ومنا المنذر ومنا المهدی (الی ان قال) واما المهدی الذی یملأ الارض عدلا کما ملئت جورا الخ۔ اس روایت میں اسمٰعیل بن ابراہیم

یعنی باپ اور بیٹے دونوں پر جرح کی گئی ہے اور ابن خلدون نے کہا ہے کہ دونوں ضعیف ہیں ملاحظہ ہو مقدمہ ص۳۲۰۔ ابراہیم بن مہاجر محدثین کے نزدیک قوی ہیں مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں لکھا ہے کہ صدوق (ص۱۲ ؟) یعنی سچے تھے۔ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ لا بأس بہ (ص۲۵ ج ۱) یعنی ان میں کوئی خرابی نہیں ہے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ وقال الثوری واحمد لا بأس بہ ص۱۶۸ ج ۱ یعنی سفیان ثوری اور امام احمد نے فرمایا کہ ان میں کوئی خرابی نہ تھی امام نسائیؒ نے بھی فرمایا ہے کہ لیس بہ بأس (تہذیب ص۱۶۸ ج ۱)۔ ابن سعد نے کہا کہ ثقہ (تہذیب ص۱۶۹ ج ۱) علامہ ساجیؒ نے کہا کہ صدوق ابو داود نے کہا ہے کہ صالح الحدیث۔ ابو حاتم نے ان کے اور کچھ دوسرے راویوں کے بارے میں فرمایا کہ ومحلہم عندنا محل الصدق (تہذیب التہذیب ص۱۶۸ ج ۱) ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ابراہیم قوی اور ثقہ ہے ان کے بیٹے اسماعیل کے بارے میں جرح کے اقوال بھی مروی ہیں لیکن بعض محدثین نے توثیق بھی کی ہے ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں (تقریب ص۳۱) علامہ ابو الحجاج مزیؒ نے تہذیب الکمال میں لکھا ہے کہ قال عبد اللہ سألت ابی عن ابراهیم بن مهاجر فقال لیس به بأس کذا وکذا وسألته عن ابنه اسماعیل فقال ابوه قوی فی الحدیث منه روی له الترمذی وابن ماجة (تہذیب الکمال ص۴۹ ج ۱) نقلاً عن مضمون مولوی عبد الشکور صاحب کشمیری) یعنی عبد اللہ نے اپنے والد امام احمد سے ابراہیم کے متعلق پوچھا تو کہا کہ کوئی خرابی نہیں پھر ان کے بیٹے کے متعلق پوچھا یعنی اسماعیل کے متعلق پوچھا تو کہا کہ ان کے والد ان سے زیادہ قوی ہیں۔ محدثین کے نزدیک تو باپ بیٹے سے زیادہ قوی ہے لیکن اختر صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا

ولایت ڈاٹ نیٹ

ثقہ تھے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ثقۃ حافظ مصنف شہیر عمی ص۲۱۳ نیز یہ صحاح ستہ کے راوی بھی ہیں امام بخاری اور امام مسلم نے ان کی روایات کی تخریج کی ہے ملاحظہ ہو تقریب ص۲۱۳ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے عبدالرزاق سے اچھی حدیث والا بھی کسی کو دیکھا ہے تو فرمایا کہ نہیں ص۳۱۱ ج ۶ اور خود عبدالرزاق کے استاد معمر کا قول ہے کہ واما عبد الرزاق فخلیق ان تضرب الیہ اکباد الابل (تہذیب ص۳۱۳) کہ عبدالرزاق اس کا مستحق ہے کہ اس کے پاس اونٹوں پر سفر کر کے حاضری دی جائے اور یہ بھی منقول ہے کہ یحییٰ بن معین کے سامنے کسی نے کہا کہ عبداللہ بن موسیٰ عبدالرزاق کی احادیث کو تشیع کی وجہ سے رد کرتا ہے فقال کان عبد الرزاق واللہ الذی لا الہ الا ہو اعلیٰ فی ذلک منہ مائۃ ضعف (تہذیب التہذیب ص۳۱۳ ج ۶) کہ یحییٰ بن معین نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ عبدالرزاق سو درجے عبیداللہ بن موسیٰ سے اچھے ہیں اور عبداللہ ابن احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے پوچھا کہ ھل کان عبد الرزاق یتشیع ویفرط فی التشیع فقال اما انا فلم اسمع منہ فی ھذا شیئاً (تہذیب ص۳۱۳ ج ۶) کہ کیا عبدالرزاق غالی شیعہ تھا تو فرمایا کہ میں نے اس بارے میں ان سے کچھ نہیں سنا۔ اور خود عبدالرزاق کا قول ہے کہ اس بارے میں کبھی میرا انشراح نہیں ہوا کہ میں حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دوں (تہذیب ص۳۱۳ ج ۶) ابن خلدون اور اختر صاحب تو تشیع کو رو رہے ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ لو ارتد عبد الرزاق ما ترکنا حدیثہ (تہذیب ص۳۱۴ ج ۶) کہ عبدالرزاق اگر نعوذ باللہ مرتد ہو جائے پھر بھی ہم ان کی احادیث کو ترک نہیں کریں گے۔

اور علامہ ذہبیؒ نے عباس بن عبد العظیم کی جرح نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ قلت ما وافق العباس علیہ مسلم بل سائر الحفاظ وائمۃ العلم یحتجون بہ۔ میزان الاعتدال ص۶۱۰ ج ۲ کہ اس جرح میں کسی مسلمان نے بھی عباس کی موافقت نہیں کی ہے بلکہ تمام محدثین عبدالرزاق کی احادیث کو قابل احتجاج مانتے ہیں اور علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں علی بن مدینی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ولو ترکت حدیث علی وصاحبہ محمد وشیخہ عبد الرزاق وعثمان بن ابی شیبۃ وابراھیم ابن سعد وعفان وابان العطار واسمٰعیل والازھر السمان وبھز بن اسد وثابت البنانی وجریر بن عبد الحمید لغلقنا الباب وانقطع الخطاب ولماتت الآثار واستولت الزنادقۃ ولخرج الدجال (ص۱۴۰ ج ۲) کہ اگر ان مذکورہ لوگوں کی احادیث کو ہم ان پر جرح یا کسی بدعت کے موجود ہونے کی وجہ سے ترک کر دیں تو پھر تو روایات کا دروازہ بند ہو جائیگا اور شریعت کا خطاب منقطع ہو جائے گا اور احادیث دنیا سے نابود ہو جائیں گی اور زنادقہ غالب ہو جائیں گے دجال نکل آئے گا۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ فما کل احد فیہ بدعۃ او لہ ھفوۃ او ذنوب یقدح فیہ بما یوھن حدیثہ ولا من شرط الثقۃ ان یکون معصوماً من الخطایا والخطاء الخ (میزان الاعتدال ص۱۴۱ ج ۲) اور ہر وہ آدمی جس میں کوئی بدعت ثابت ہو جائے یا جس کا کوئی غلط کلام مروی ہو جائے جو سبب قدح ہو اور اس سے اس کی حدیث ضعیف ہو جائے ایسا نہیں ہے۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ عبدالرزاق کی احادیث محدثین کے نزدیک قبول ہیں اور صرف تشیع سبب جرح نہیں جیسا کہ پہلے بھی تفصیل سے گذر چکا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ولایت ڈاٹ نیٹ

کی ہے وہ ابن ماجہ کی روایت ہے جو عبداللہ بن الحارث بن جزء سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق فیوطئون للمہدی یعنی سلطانہ الخ اس روایت میں ایک تو عبداللہ ابن لہیعہ پر جرح کی گئی ہے جس کے بارے میں بحث پہلے حدیث نمبر ۱ کے ضمن میں گزر چکی ہے اسی طرح ان کے شیخ عمرو بن جابر الحضرمی پر بھی جرح کی گئی ان کے بارے میں بھی بحث حدیث نمبر ۱ کے ضمن میں گذر چکی ہے۔

(۲۴) چوبیسویں روایت حضرت ابوھریرہؓ کی ہے جس کو ان دونوں حضرات نے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی امتی المہدی الخ اس روایت میں محمد بن مروان العجلی پر کلام کیا ہے کہ وہ متفرد ہیں اس روایت کو صرف وہ نقل کرتے ہیں اور کسی نے نقل نہیں کی ہے لیکن یہ بھی وجہ جرح نہیں ہے اس لئے کہ خود ابن خلدون نے تسلیم کیا ہے کہ محمد بن مروان ثقہ ہیں ابوداود، ابن حبان، یحیی بن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ص ۳۲۱ تو جب محمد بن مروان ثقہ ہیں تو ان کے تفرد سے روایت مردود کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ ضعیف کے تفرد سے تو روایت پر ضعف کا حکم لگتا ہے لیکن ثقہ کے تفرد کی وجہ سے کسی محدث نے کبھی کسی روایت کو ضعیف نہیں کہا ہے خصوصاً جبکہ مہدی کے بارے میں دوسری متواتر روایات بھی موجود ہیں۔

محمد بن مروان کی توثیق یحیی ابن معین امام ابوداود، مرۃ ابن حبان وغیرہ نے کی ہے ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص ۴۳۶ ج ۹۔

(۲۵) پچیسویں روایت بھی حضرت ابی ھریرہؓ کی ہے جسکی تخریج ابو یعلیٰ موصلی نے اپنے مسند میں کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ لا تقوم

الساعۃ حتی یخرج علیھم رجل من اھل بیتی الخ اس روایت میں بشیر بن نہیک کے اوپر جرح کی گئی ہے حالانکہ بشیر بن نہیک صحاح ستہ کے راوی ہیں امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں کہ ثقۃ (ص ۳۶) کہ ثقہ تھے، عجلی اور امام نسائیؒ نے بھی ثقہ کہا ہے (تہذیب التہذیب ص ۴۷۰ ج ۱) اور ابو حاتم کے قول لا یحتج بحدیثہ جو ابن خلدون نے نقل کیا ہے۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وھذا اوھم والتصحیف وانما قال ابوحاتم روی عنہ النضر بن انسؓ وابو مجلز وبرکۃ ویحیی بن سعید (تھذیب التھذیب ص ۴۷۰ ج ۱) کہ ابوحاتم نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ لوگوں کا وہم ہے اور عبارت میں تصحیف کی گئی ہے ابن سعد نے بھی ثقہ کہا ہے، ابن حبان نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے امام احمد نے بھی ثقہ کہا ہے ملاحظہ ہو تہذیب ص ۴۷۰ ج ۱ ۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی قوی ہے۔

(۲۶) حضرت قرۃ بن ایاس کی روایت جو مسند بزار اور معجم کبیر طبرانی میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ لتملأن الارض جوراً وظلماً فاذا ملئت جوراً وظلماً بعث اللہ رجلاً من امتی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی الخ اس روایت میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے داؤد بن المحبر بن المحرم پر جرح کی ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کو داؤد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں مقدمہ ص ۳۲۲ ان دونوں کے حالات کتب اسماء رجال میں مل نہیں سکے لیکن دوسری صحیح روایات کی موجودگی میں ضعیف روایات بھی تائیداً پیش کی جا سکتی ہیں

(۲۷) عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولایت ڈاٹ نیٹ

فی نفر من المهاجرین والانصار (الی ان قال) فعلیکم بالفتی التمیمی فانه یقبل من قبل المشرق وهو صاحب رایة المهدی۔

اس روایت میں ابن خلدون وغیرہ نے ابن لہیعہ پر کلام کیا ہے جس کے بارے میں تحقیق پہلے گذر چکی ہے۔ ابن خلدون نے اس روایت میں عبداللہ ابن عمر کو بھی ضعیف کہا ہے ظاہر ہے کہ اس سے عبداللہ بن عمر بن خطاب تو مراد نہیں ہو سکتے کیوں کہ وہ تو صحابی ہے اور الصحابة کلهم عدول کا قاعدہ تو مشہور ہے اس کے علاوہ اس نام کے راوی تقریب التہذیب میں تقریباً آٹھ ہیں اور سب کے سب ثقہ ہیں عبداللہ بن عمر بن حفص کو بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے لیکن وہ بھی اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہے اور مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ص۱۸۲۔

(۲۸) اٹھائیسویں روایت حضرت طلحہ بن عبداللہ کی ہے جو طبرانی کے معجم اوسط کے حوالے سے مقدمہ میں منقول ہے جس میں ابن خلدون اور اختر صاحب نے مثنی بن صباح پر جرح کی ہے ملاحظہ ہو مقدمہ ص۳۲۳۔ مثنی اگرچہ اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لیکن ابن عدی نے ان کی احادیث کو صالح کہا ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے کہ قال ابن عدی له حدیث صالح (ص۳۶ ج۱۰) اور داود العطار نے کہا ہے لم ادرك فی هذا المسجد اعبد من المثنی بن الصباح (تہذیب التہذیب ص۳۶ ج۱۰) کہ اس مسجد میں ان سے زیادہ کسی عابد کو میں نے نہیں دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ بعض محدثین کے نزدیک قابل اعتبار ہیں۔ نیز ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ص۳۵ ج۱۰ و تقریب التہذیب ص۳۲۸۔

اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ ضعیف روایات تائید میں پیش کی جارہی ہیں

عقیدہ ظہور مہدی ان ضعیف احادیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کما مر۔ یہ وہ بعض احادیث تھیں جن پر منکرین ظہور مہدی نے کلام کیا تھا۔ بعض منکرین نے اس سلسلے میں لا مهدی الا عیسی کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو ابن ماجہ وغیرہ میں منقول ہے لیکن یہ خود ابن خلدون کے اقرار کے مطابق منقطع مضطرب اور ضعیف ہے۔ چنانچہ مقدمہ میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں وهو منقطع وبالجملة فالحدیث ضعیف مضطرب (ص۳۲۲) نیز بعض محدثین نے اس حدیث کو موضوع بھی کہا ہے جیسا کہ اس باب کے اول میں فوائد المجموعه للشوکانی کے حوالے سے گذر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو فوائد مجموعہ ص۵۱۰۔ بہرحال ظہور مہدی متواتر احادیث سے ثابت ہے اور محدثین کے نزدیک قیامت کی علامات میں سے ہے جیسا کہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کی کتاب علامات قیامت کے ضمن میں اس کو ذکر کیا ہے۔ نیز حدیث جبرائیل کے ضمن میں امارات قیامت پر بحث کرتے ہوئے محدثین نے جیسا کہ دوسری امارات و علامات کا ذکر کیا ہے اسی طرح ظہور مہدی کو بھی ثابت شدہ علامات قیامت میں ذکر کیا ہے مسلم کی شرح اکمال اکمال المعلم میں علامہ آبی نے لکھا ہے کہ علامات قیامت کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ علامات کہ جو معتاد ہیں جیسا کہ علم کا اٹھ جانا، جہل کا ظاہر ہونا، زنا اور شراب نوشی کی کثرت اور دوسری علامات وہ ہیں کہ جو غیر معتاد ہیں جیسا کہ ظہور دجال، نزول حضرت عیسی علیہ السلام، خروج یاجوج و ماجوج، خروج دابة الارض اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔ اس کے بعد پانچ علامات غیر معتاد اور بھی ذکر کی ہیں اور اس کے بعد پھر لکھا ہے وزاد بعضهم فتح قسطنطنیه وظهور المهدی (ص۷ ج۱)۔ یعنی بعض محدثین نے فتح قسطنطنیہ اور ظہور مہدی

کو بھی علاماتِ قیامت میں ذکر کیا ہے اسی قسم کی عبارت تکمل اکمال الاکمال میں علامہ سنوسی کی بھی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷۔

ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ ظہور مہدی محدثین کے نزدیک ثابت شدہ علاماتِ قیامت میں سے ہیں۔

فی الحال ہم ان ہی گذارشات پر اکتفا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں صراطِ مستقیم پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل
باطلاً وارزقنا اجتنابہ آمین وصلی اللہ تعالیٰ
علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ
اجمعین

نظام الدین

جامعہ فاروقیہ ۵ شاہ فیصل کالونی ۴
کراچی ۲۵
۷/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ